قُل اِنَّ الفَضلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَن یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیمٌ

عَسٰٓی اَن یَّبعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحمُودًا

اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

الفضل

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

مضامین بنام ایڈیٹر

کاروباری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہو

ایڈیٹر۔ غلام نبی ۔۔ اسسٹنٹ۔ مہر محمد خان

جلد ۷ | مورخہ ۵ فروری سنہ ۱۹۲۰ء | پنجشنبہ | مطابق ۱۳/۱۷ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۸ھ | نمبر ۵۸-۵۹

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

۴۔ فروری کو حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے اپنے صاحبزادے خان محمد عبد الرحیم خان صاحب کے ولایت بغرض تعلیم جانے کی تقریب پر ایک گارڈن پارٹی دی۔ موصوف ۵۔ فروری کو بعزم ولایت دارالامان سے روانہ ہو گئے۔ اور ۱۲۔ فروری کو بمبئی سے جہاز لائٹی پر سوار ہونگے۔ ۷۔ فروری کو یہاں سے ہمارے ایک اور بھائی جناب میاں محمد عزیز الدین صاحب سیالکوٹی بھی بغرض تبلیغ روانہ ہو گئے۔ جو اسی جہاز پر سوار ہونگے۔ احباب ان دوستوں کے لئے دعا فرمادیں ٭

نامہ لنڈن

(نوشتہ مولوی عبد الرحیم صاحب نیر۔ ۸ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء)

پگٹ کی اخلاقی موت

(گذشتہ سے آگے)

ہمارے احباب کو یاد ہے کہ امریکہ کے جھوٹے الیاس ڈوئی کے ساتھ مباہلہ کرتے وقت حضرت مسیح موعودؑ نے انگلستان میں مسیحیت و خدائی کے مدعی پگٹ کو بھی مقابلہ پر آنے کے لئے چیلنج کیا تھا جس کے جواب میں اول الذکر نے شوخی اور موخر الذکر نے خاموشی کا اظہار کیا۔ اور خداوند تعالیٰ نے شوخ کو "عذاب اور دکھ" کی ناکام موت سے مار کر اور پہلو تہی کرنیوالے خاموش کو ناکامی و رسوائی کی موت سے ہلاک کر دیا۔ چنانچہ پگٹ ایک بد اخلاق اور گمراہ آدمی کی طرح اپنی خود ساختہ "محبت سرائے" میں رہتا ہے اور نامراد و ناکام زندگی بسر کرکے مدعیین کی طرح اس ملک میں صادق و کاذب کے درمیان بین فرق کی زندہ مثال ہے۔ حال ہی میں اس کی ایک معشوقہ معہ ناجائز بچوں کے اس کے پاس سے بھاگ آئی ہے۔ اور جیسا کہ سال نو کے پہلے نمبر میں لاڈس سنڈے نیوز نے بیان کیا ہے یہ غلطی خوردہ عورت مسٹر ریڈ نام اپنی دو لڑکیوں جلال اور طاقت اور ایک لڑکے امید نام کے ساتھ پگٹ کی محبت سرائے کو ۱۵ سالہ ناجائز رہائش کے بعد خیرباد کہکر گمنام زندگی بسر کرنے کے لئے چلی آئی ہے اخبار مذکور لکھتا ہے۔ کہ محبت سرائے کے عجیب و غریب واقعات رونما ہونیوالے ہیں۔ مسٹر ریڈ کے بھاگنے کی بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ کچھ مدت سے مخصوص روحانی خدمت عزت سے الگ کر دی گئی تھی۔ ... اور

دُطن کو دیگئی تھی۔ اخبار کے مضمون کا ترجمہ کسی اور اشاعت میں انشاء اللہ دیا جائیگا۔ سردست میں احمدی قوم کو ایک دفعہ پھر مسیح موعودؑ کی صداقت کے ایک نشان اور وہ بھی سال نو میں ظاہر ہونے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ اور نہایت عجز و الحاح سے دُعا کا خواستگار ہوں ✦

ایک نئے مشن کی سکیم

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ڈاک کا جو ذریعہ تبلیغ کے لئے حاصل ہے۔ اس سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ اور خاکسار چودہری صاحب جو موقعہ ملتا ہے۔ اُسے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تازہ خطوط میں ایک خط ابراہیم حسن سمن سابق جرمن کونسل ہیو باجاوا کا (جو آسٹریلیا میں قید تھے۔ اور اب اپنے وطن کولون جرمنی میں آگئے ہیں) آیا ہے۔ انہوں نے جزائر شرق الہند میں تبلیغ کی ایک سکیم ارسال کی ہے اور لکھتے ہیں کہ :-

دو آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت سے غافل رہا ہوں۔ میں اپنے سلسلہ کی تبلیغ کے ذرایع سوچتا رہا ہوں کہ یہ سکیم جس میں جزیرہ جاوا۔ سماٹرا اور دیگر ولندیزی علاقوں میں احمدیہ مشن قائم کرنے کی تجاویز ذرائع آمد وغیرہ مذکور ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور ارسال کر دیگئی ہے

وائسرائے آئرلینڈ اور وزیر اعظم برطانیہ کے خطوط

سال نو پر جو مبارکباد کے خطوط لکھے تھے۔ اور جنہیں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مخصوص تعلیم کا ذکر کیا تھا۔ انہیں سے تا حال دو خطوں کے جواب آئے ہیں۔

اوّل لارڈ فرنچ وائسرائے آئرلینڈ (جن کو لارڈ ہارڈنگ سابق وائسرائے ہند کی سی جرأت اور دلیری دکھانے اور مخلوق خدا کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرنے کی کوشش پر سال نو کی مبارکباد دی تھی) کے سکرٹری صاحب لکھتے ہیں :-

وائسریگل لاج ڈبلن - ۲- جنوری ۱۹۲۰ء

جناب من! ہز اکسلنسی نے مجھے خواہش کی ہے۔ کہ میں آپ کو خط لکھوں۔ اور نہایت خلوص سے آپ کے مہربانی آمیز خط کا شکریہ ادا کروں۔ اور ان کی طرف سے آپکو بھی سال نو کی مبارکباد عرض کروں۔ آپکا وفا شعار

ای۔ ایم۔ کونسلر اسسٹنٹ پرائیویٹ سکرٹری

عالی جناب وزیر اعظم برطانیہ کو سال نو میں نیسل موجودہ مسائل پر مشرقی لوگوں کے خیالات کا لحاظ رکھنے اور بندگان خدا سے بلا تمیز مذہب و ملت، و رنگ و روپ طاقتی انصاف کا برتاؤ کرنے کی توفیق پانے کی درخواست کے ساتھ سال نو کی جو مبارکباد لکھی تھی۔ اس کا حسب ذیل جواب موصول ہوا ہے :-

۱۰- ڈاؤننگ سٹریٹ - وائٹ ہال ایس - ڈبلیو ا

۲- جنوری ۱۹۲۰ء

جناب من! مجھ سے وزیر اعظم نے خواہش ظاہر کی ہے کہ میں آپکے ۳۰- دسمبر والے خط کا اور تہنیت سال نو کا بہت بہت شکریہ ادا کروں۔

آپکا وفا شعار - ایف ایل سٹیونسن۔

احمدیہ مسجد لنڈن کے لئے اپیل

(از جناب ذوالفقار علی خان صاحب گوہر رامپوری حال وارد دارالامان)

مکرم خانصاحب نے پچاس روپے کی رقم خود مسجد فنڈ میں دی ہے۔ اور احباب میں تحریک کے لئے یہ نظم رقم فرمائی ہے۔ (ایڈیٹر)

موجزن ہو نعرۂ تکبیر کفرستان میں
اے بنی احمدؑ۔ بناؤ گھر وہ انگلستان میں
رسم اسمٰعیل و ابراہیم پھر تازہ کرو
تم خدا کا گھر بناؤ مغربی میدان میں
ہے ہزاروں سال کی یہ ظلمت اہل فرنگ
ہو طلوع شمس مغرب سے نرالی شان میں
ایشیا کی مغربی سرحد پہ بیت اللہ ہے
نسبت موزوں ہو گر مسجد ہو انگلستان میں
اے جوانمردو! اٹھو سبقت کرو ایثار میں
مرد میداں ہے وہی آگے ہو جو میدان میں
ارتقائے قوم کی ہے جڑ یہی ایثار نفس
ورنہ پھر کیا فرق ہے انساں میں اور حیوان میں
جوش ہے اقوام عالم میں تفوق کے لئے
ہر طرف دنیا نظر آتی ہے اس ہیجان میں
کھل گئے در ہائے آلام و مصائب ہر طرف
کشتیٔ امن و اماں ہے آج کل طوفان میں
سب کے اپنی اپنی فکر قوت دامنگیر ہے
دین حق کی آگ ہو لیکن تمہاری جان میں
یہ جلادیگی سرو سامان شیطانی تمام
از سر نو جان ڈالیگی یہی ایمان میں
پاک جسکا جیب تو خدا کے ہاتھ لے سلطہ تو پھر
تیرا کیا باقی ہے تیرے مال تیری جان میں
جو امانت ہے خدا کی دے خدا کو۔ ہو سبک
تاکہ بازی جیت لے گھوڑا ترا میدان میں
مردمی نامردمی میں اک قدم کا فرق ہے
یہ فقط ہی کا گُر ہے اسکو رکھنا دھیان میں
امتحاں کا وقت ہے۔ لاکھوں ہیں ارباب وفا
دیکھئے لیتا ہے بازی کون اس میدان میں

بینوا گوہر ہے یارب رکھیے شرم آبرو
اب بجز بیچارگی کچھ بھی نہیں اس کان میں

نماز جنازہ

میاں حاکم دین صاحب ملازم تنور احمدیہ قادیان کے والد اور منشی دولت خان صاحب اور ان کی اہلیہ اور غلام حیدر صاحب نومبائع ضلع گوجرات کے والد اور میاں غلام حسین صاحب رہتاسی کے چھوٹے بیٹے احمد حسین صاحب کی بیوی فوت ہوگئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب جنازہ غائب پڑھیں ✦

اخبار کے اکٹھا شائع ہونے کی وجہ

۵- فروری کے اخبار کے دو فرمے تیار ہو چکے تھے اور ٹائٹل کی کاپی چھپ رہی تھی کہ پتھر ٹوٹ گیا۔ اسلئے دو پرچوں کو مجبوراً جمع کرنا پڑا۔ احباب مطلع رہیں ✦

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
قادیان دار الامان - ۵ - فروری ۱۹۲۰ء

خلافت عثمانیہ اور جماعت احمدیہ

ہمارے خلاف جو بے جا ضد اور تعصب پھیلا ہوا ہے۔ اس کی وجہ سے آئے دن ہمیں ایسے معترضین سے سابقہ پڑتا رہتا ہے۔ جو ہم پر اعتراض کرتے وقت اس بات کا مطلق خیال نہیں رکھتے۔ کہ ہمارے معتقدات کیا ہیں۔ اور جس بات کی وجہ سے وہ ہمیں مطعون کرنے لگے ہیں۔ آیا ہم اس بات کو تسلیم بھی کرتے ہیں یا اس کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں۔

۱۷۔ دسمبر ۱۹۱۹ء کو ہماری جماعت کے ایک وفد نے زیر ہدایات سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح موعود ثانی ایدہ اللہ صوبہ پنجاب کے حاکم اعلیٰ ہز آنر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا جو تمام وکمال مع ہز آنر کے جواب کے ۲۳ دسمبر ۱۹۱۹ء کے الفضل میں شایع ہو چکا ہے۔ ہمارے اس ایڈریس میں ایک فقرہ یہ تھا کہ:۔

"مذہبًا ہمارا ترکوں سے کوئی تعلق نہیں ہم اپنے مذہبی نقطہ خیال سے اس امر کے پابند ہیں۔ کہ اس شخص کو اپنا مذہبی پیشوا سمجھیں۔ جو حضرت مسیح موعود کا جانشین ہو۔ اور دنیاوی لحاظ سے اسی کو اپنا سلطان و بادشاہ یقین کریں۔ جس کی حکومت کے نیچے ہم رہتے ہوں۔ پس ہمارے خلیفہ حضرت مسیح موعود کے خلیفہ ثانی ہیں۔ اور ہمارے سلطان اور بادشاہ حضور ملک معظم ہند کی حکومت سے ہماری ہمدردی اس بنا پر ہے۔ کہ وہ اسلام کے نام میں ہمارے شریک ہیں۔ اور ان کی حکومت کا زوال اسلام کی ظاہری شان و شوکت کے لئے ایک صدمہ ہے۔"

(الفضل جلد ۷ نمبر ۴۸ کالم ۱ و ۲)

اس عبارت کو پیش نظر رکھ کر ایک ایسے اخبار نویس نے جسے اسلام کے لئے بہت بڑا جوش رکھنے اور مذہب سے نہایت گہرا واقف ہونے کا دعویٰ ہے۔ جو دُر افشانی کی ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ہمارے سلسلہ سے کہاں تک واقفیت رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:۔

"ایڈریس میں احمدی فرقے کے نائبوں نے فرمایا ہے کہ خلیفہ وہی ہے۔ جو مسیح موعود کا قائمقام ہو۔ یہ تو کہیں بھی ثابت نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنا جانشین مقرر کر گئے یا ان کے بعد کوئی جانشین بھی ہوئے۔ آپ کے ساتھیوں کو حواریوں کے لفظ سے خطاب کیا گیا ہے۔ وہ بھی شاید بارہ ہی کر تھے۔ اور بس۔ نہ ان کی کوئی خاص تعریف کی گئی ہے نہ ان کا کوئی خاص طور پر ذکر ہوا۔ علاوہ ازیں حضرت عیسیٰ کو کوئی سلطنت بھی نہ تھی جس کیلئے وہ اپنا جانشین چھوڑ جاتے۔"

(قومی رپورٹ ۲۴۔ دسمبر ۱۹۱۹ء صہ ۲ کالم ۳)

اسی مضمون کا بقیہ حصہ جو ۲۵۔ دسمبر ۱۹۱۹ء کو قومی رپورٹ میں شایع ہوا۔ اسمیں جناب آنریری اسسٹنٹ ایڈیٹر قومی رپورٹ ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت مسیح (عیسیٰ بن مریم) کے کوئی خلیفہ کا پتہ نہیں چلتا۔ بالفرض اگر وہ (عیسیٰ بن مریم) کوئی خلیفہ چھوڑ بھی جاتے۔ تو شاید اپنی (عیسائی) قوم کے لئے چھوڑ جاتے۔ اور اس (مسیح ناصری) کے خلیفہ کو مسلمان اپنا خلیفہ کیوں ماننے لگے تھے۔ ہاں بعد میں تو خلیفۃ المسیحین بھی ہوئے۔ جن کو پوپ کہا جاتا ہے۔ اور یہ بھی تثلیث والوں کی گروہ کے ہیں۔ جن کو رومن کیتھولک کہتے ہیں۔ مگر پروٹسٹنٹ تو شاید ان کو اپنا خلیفہ نہیں مانتے۔ مگر حضرت محمد مصطفےٰ کے خلیفوں کی خلافت بلا اختلاف ساری دنیا کے مسلمانوں سے مان لی گئی۔ حضرت مسیح کے قائمقام تو گیا۔ اگر حضرت مسیح خود دنیا میں تشریف لائیں۔ تو مسلمان نہ ان کو اپنا پیغمبر مانینگے نہ خلیفہ۔ مگر انکو پیغمبر ہونے کی حیثیت میں ان کی تعظیم و تکریم کرینگے۔"

اسی پرچہ میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ:۔

"آج چھ صدیوں سے سلطان ترکی خلیفۃ المسلمین کہلاتے ہیں۔ جن کی خلافت میں دنیا کے چالیس کروڑ مسلمانوں کو نہ شبہ ہے نہ اختلاف ہے۔ حتیٰ کہ حضرات شیعہ بھی خلافت کے معاملہ میں متفق ہو گئے۔"

اللہ اللہ مسلمانوں کی نمائندگی اور مولویت اور اخبار نویسی کا دعویٰ۔ مگر مسائل اسلام اور دنیوی حالات سے اسقدر بیخبری۔ مضمون نویس صاحب کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ہم "مسیح موعود" کس کو کہتے ہیں۔ اور "خلیفہ مسیح موعود" کسے سمجھتے ہیں۔ اور مسیح ناصری کون تھا یہ سب ناواقفیت اور تعلیم اسلام سے بے بہرہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ جو نہایت ہی قابل افسوس اور لائق عبرت ہے۔ مضمون نگار صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے۔ کہ مسیح بن مریم جو آج سے ۱۹ سو سال قبل بنی اسرائیل میں ایک نبی ہوئے ہیں۔ وہ کچھ عرصہ دنیا میں رہ کر اسی طرح فوت ہو چکے ہیں جس طرح باقی تمام انبیاء فوت ہو گئے۔ اور ان کے بعد نبوت کا سلسلہ بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسمٰعیل میں چلا۔ اور وہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم آیا۔ جو تمام دنیا کے لئے ہے۔ اور جس کا فیض نبوت قیامت تک کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اسی خیر البشر کے غلاموں میں سے اس زمانہ میں جبکہ دین اسلام مخالفین کے حملوں اور مسلمان کہلانے والوں کی غفلتوں سے نہایت بیکس ہو چکا۔ خدا تعالیٰ نے ایک انسان کو کھڑا کیا۔ جس کے آنے کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ اور اس کا نام مسیح موعود رکھا تھا۔ ہم نے خدا کے فضل و کرم سے اسمیں وہ سب علامتیں پاکر جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھیں۔ اور وہ سب نشانات دیکھ کر جو خدا تعالیٰ کے ایک برگزیدہ انسان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اس کو "مسیح موعود" مان لیا۔ اور اس کا نام نامی اور اسم گرامی مرزا غلام احمد قادیانی

علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ پس "مسیح موعود" سے ہماری مراد وہ مسیح ناصری نہیں۔ جو آج سے انیس سو سال قبل دنیا میں ظاہر ہو کر فوت ہو چکے ہیں۔ بلکہ ہماری مراد مسیح موعود سے وہ جلیل القدر اور عظیم الشان انسان ہے۔ جس کے آنے کا اُمت محمدیہ میں وعدہ تھا اور بتایا گیا تھا۔ کہ ایک شخص مسلمانوں کے بگڑ جانے پر رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اتنی ہی مدت کے بعد جتنی مدت حضرت موسیٰ کے بعد ان کی اُمت کے بگڑنے پر مسیح ناصری اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اُمت محمدیہ میں سے ایک فرد خدا کے کلام اور الہام و وحی سے مشرف ہو کر مسیح اور مہدی کے نام سے ظاہر ہوگا چنانچہ ان خدائی خطابوں کا مخاطب حضرت مرزا غلام احمد علیہ وعلی مطاعہ محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور "موعود" آپ کو اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ جس مسیح کی آمد کی اُمت محمدیہ منتظر تھی۔ وہ آپ ہی ہیں نہ کہ وہ مسیح ناصری جو فوت ہو چکے ہیں۔ اور "مسیح موعود" کے "خلیفہ" سے مراد "خلیفۃ المسیحیین" "پوپ" اور "حواری" اور "عیسیٰ کا خلیفہ" نہیں۔ جیسا کہ بد قسمتی سے ایڈیٹر صاحب قومی رپورٹ نے سمجھا۔ بلکہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلیفہ ہے۔ اُمید ہے۔ کہ اس حقیقت کے منکشف ہو جانے پر آپ کی آنکھوں سے پردہ ہٹ گیا ہو گا۔ اور آپ سمجھ گئے ہونگے۔ کہ "مسیح موعود" ہم کسے کہتے ہیں۔ اور "مسیح موعود کا خلیفہ" کسے۔

اب رہا یہ کہ سلطان ترکی کو تمام مسلمان آنحضرت کا خلیفہ مانتے ہیں۔ اور حضرات شیعہ بھی اس میں متفق ہو گئے ہیں۔ یہ نہایت بے معنی بات اور بے ثبوت اور بلا دلیل دعویٰ ہے۔ کیونکہ دنیا کے تمام مسلمانوں نے کبھی بھی سلطان ترکی کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا۔ اس کا بدیہی ثبوت یہ ہے۔ کہ اکثر مسلمانوں کی تلواریں ہمیشہ ترکوں کے خلاف نیاموں سے نکلتی رہی ہیں۔ پس اگر تمام مسلمان ترکی سُلطان کو اپنا خلیفہ سمجھتے ہوتے تو ہرگز اُن کے خلاف کبھی جنگ نہ کرتے۔ اگر کبھی بر تاریخی کتب کی ورق گردانی دو بھر ہو۔ تو گذشتہ جنگ کے واقعات کو ہی سامنے رکھ لیا جائے۔ جہیں مسلمانوں کی ہزاروں تلواریں چمکتی ہوئی نظر آئینگی۔ جو ترکی سُلطان کی قوت کو مٹانے کے لئے بلند کی گئیں۔ اور ہزاروں خون میں رنگین دکھلائی دینگی۔ جنھوں نے ترکی سلطان کے حمایتیوں کی گردنوں کو تنوں سے جدا کر کے خون کے فوارے بہائے۔ پھر وہ بھی مسلمان ہی ہیں۔ جنھوں نے اپنے گلے سے سلطان ترکی کی سیادت کا جُوا اُتار پھینکا۔ اگر تمام دنیا کے مسلمانوں کا سلطان ترکی کو خلیفۃ المسلمین تسلیم کرنے کا یہی تقاضا تھا تو خیر و شر کون عقلمند ہے۔ جو یہ کہہ سکے۔ کہ دنیا کے سارے مُسلمان سلطان ترکی کو اپنا مذہبی پیشوا تسلیم کرتے ہیں۔ پھر شیعہ حضرات کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ ترکی سلطان کو اپنا خلیفہ سمجھنے میں دوسروں سے متفق ہیں۔ عجیب سادہ لوحی ہے۔ کیونکہ اول تو آج تک ہم نے کسی شیعہ اور ذمہ دار شیعہ کی کوئی تحریر اس بارے میں نہیں پڑھی۔ دوسرے اگر آپ ولایت میں بیٹھے ہوئے چند افراد کی طرف اشارہ بھی کر دیں تو ہم آپ کو آگاہ کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ صدیق رض و فاروق رض و ذی النورین کی خلافتیں جو منصوص خلافتیں ہیں ان پر تو آج تک شیعہ تبرّے بھیج رہے ہیں۔ پھر ہم کیسے مان لیں۔ کہ سلطان ترکی کی خلافت کو انہوں نے صحیح معنوں میں خلافت تسلیم کر لیا ہے۔ ہاں اگر شیعوں کے یہ کہنے سے کہ ترکوں سے انصاف کیا جائے۔ اور خلافت کے سوال کو اسی طرح حل کیا جائے۔ جس طرح مسلمان کہتے ہیں۔ یہ نتیجہ نکالا گیا ہے۔ کہ وہ سلطان ترکی کی خلافت کو مذہبی طور پر تسلیم کرنے لگ گئے ہیں۔ تو ہمیں اندیشہ ہے۔ کہ اسی خوش فہمی کی بنا پر کہیں یہ بھی اعلان نہ کر دیا جائے کہ دنیا کے چالیس کروڑ مُسلمان ہی نہیں۔ بلکہ ہندوستان کے بیس بائیس کروڑ ہندو اور کئی سر برآوردہ انگریز بھی سلطان ترکی کو اپنا خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اس معاملہ میں عام مُسلمانوں کی تائید میں ہیں۔ سو آپ کو یہ دھوکہ لگا ہے۔ کہ آپ شیعوں کو اپنا ہم عقیدہ خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ در حقیقت یہ لوگ آپ کے ہم خیال نہیں۔ نہ قیامت تک شیعہ رہ کر ہو سکتے ہیں۔

معلوم نہیں مسیح ناصری کے متعلق قومی رپورٹ نے جو یہ لکھا ہے۔ کہ اگر وہ خود آئیں۔ تو بھی ان کو مسلمان اپنا پیغمبر اور خلیفہ نہیں مانیں گے۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ وہ خود نہ آئیں گے۔ اور نہ آ سکتے ہیں کیونکہ قرآن کریم سے ان کی وفات ثابت ہے۔ اور جو فوت ہو جائے۔ وہ پھر اس دنیا میں نہیں آ سکتا۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں ہے۔ کہ مسلمان ان کو پیغمبر نہیں مان سکتے۔ کیونکہ ان کو پیغمبر ماننا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ اور جو یہ اعتقاد نہ رکھے۔ وہ مسلمان نہیں کہلا سکتا پس ہر ایک مُسلمان کے لئے ان کی نبوت پر ایمان لانا ایمانیات میں داخل ہے۔

اسی سلسلہ میں آگرہ اخبار کی ایک غلط فہمی کا ازالہ کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ آگرہ اخبار اپنے نمبر ۷ میں "تمہارا خلیفہ میں ہوں" کے عنوان سے اس اعلان کا ذکر کرتے ہوئے جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی جماعت کے لئے شایع کیا۔ جو کچھ لکھا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ احمدیوں کے خلیفہ کی خلافت کو ایسا ہی خیال کرتا ہے جیسا عام پیروں گدی نشینوں کو سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے :-

"کاش! انہیں (حضرت خلیفہ ثانی کو) کوئی سمجھاتا کہ حضرت، یہ سجادہ نشینی کی خلافت کا مسئلہ نہیں مسلمان مرزا صاحب کی خلافت کے متعلق اپنی آوازیں بلند نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ خلیفۃ المسلمین کے متعلق حمایتی ایجی ٹیشن ہے۔ جو تمام مسلمانوں کے خلیفہ ہیں"

(آگرہ اخبار ۲۱ - دسمبر ۱۹۱۹ء صفحہ ۷ کالم ۲)

اگر آگرہ اخبار سمجھ سے کام لیتا۔ تو اُسے معلوم ہو جاتا کہ جس اعلان کے متعلق اس نے اس طرح ذکر کیا ہے وہ حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنی جماعت کے لئے شایع کیا ہے نہ کہ اس کے مخاطب عام مُسلمان ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے خلیفہ کی خلافت ہمارے نزدیک وہی خلافت ہے۔ جو سیدنا حضرت ابو بکر رض۔ سیدنا عمر فاروق رض۔ سیدنا عثمان غنی رض

اور سید نا علی ابن ابی طالب کی خلافت ہے۔ عام مسلمانوں کا جو جی چاہے۔ کریں۔ ان سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ اس احمدیہ جماعت جو ایک واجب الاطاعت اور خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کے ماتحت ہے۔ وہ ہرگز کسی اور کو خلیفۃ المسلمین تسلیم نہیں کر سکتی۔ اور نہ کسی قسم کی ایجی ٹیشن وغیرہ میں حصہ لے سکتی ہے۔ اس پر کسی کے غصہ ہونے کی وجہ نہیں ہے۔ دیکھئے۔ اگر عام مسلمان اس لئے ایجی ٹیشن کرتے ہیں۔ کہ سلطان ٹرکی جسے وہ اپنا خلیفہ قرار دیتے ہیں۔ اسے نقصان نہ پہونچے۔ اور اگر ان کے ایجی ٹیشن کرنے کی وجہ محض سلطان کو اپنا خلیفہ تسلیم کرنا ہے۔ تو پھر صاف بات ہے۔ کہ جو لوگ سلطان ٹرکی کو اپنا خلیفہ نہیں مانتے انہیں اس ایجی ٹیشن میں کوئی حصہ نہ لینا چاہیئے۔ بس جماعت احمدیہ چونکہ خدا کے فضل و کرم سے ایک خلیفہ کے ماتحت ہے۔ اس لئے اس پر اسی خلیفہ کے احکام واجب التعمیل ہیں۔ اور وہ کسی اور کے خلیفہ ہونے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتی۔ عام مسلمانوں کو مسئلہ خلافت کے متعلق ہماری اس پوزیشن کو ضرور مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اور سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ہم مذہبی طور پر اسی پوزیشن پر قائم رہنے کے پابند ہیں ٭

یأتون من کل فج عمیق پر احمدی و غیر احمدی کا مکالمہ

ایک شیلنی مجلس میں حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیوں پر ایک غیر احمدی سے گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک مزیدار لطیفہ تھا جو احباب کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے

احمدی :- (غیر احمدی سے مخاطب ہو کر) آپ کو حضرت مرزا صاحب کی تمام پیشگوئیوں پر اعتراض ہے یا بعض پر۔

غیر احمدی :- مجھے حضرت مرزا صاحب کی صرف ایک پیشگوئی پر اعتراض ہے ٭

احمدی :- تو کیا آپ اس پیشگوئی کے سوا جس پر آپ کو اعتراض ہے باقی پیشگوئیوں کو سمجھتے ہیں۔ کہ وہ پوری ہو گئی ہیں ٭

غیر احمدی :- پوری تو مرزا صاحب کی ایک بھی پیشگوئی نہیں ہوئی۔ پھر ان کا پورا ہونا کس طرح سمجھ سکتا ہوں ٭

احمدی :- آپ نے کہا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی ایک بھی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ کیا آپ کو علم ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں ایک یہ پیشگوئی بھی شایع کی تھی۔ کہ یأتون من کل فج عمیق۔ تیرے پاس دور دور سے لوگ آئینگے۔

غیر احمدی :- ہاں مجھے علم ہے۔ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں یہ پیشگوئی درج کی ہے۔

احمدی :- کیا جس وقت براہین احمدیہ میں یہ پیشگوئی شایع ہوئی۔ اسوقت دور دور سے لوگ حضرت مرزا صاحب کے پاس آتے تھے ؟

غیر احمدی :- نہیں۔

احمدی :- کیا اب دُور دُور سے لوگ یہاں آتے ہیں

غیر احمدی :- ہاں اب دُور دُور سے لوگ آتے ہیں۔

احمدی :- پھر کیا حضرت مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی کہ دُور دُور سے لوگ تیرے پاس آئینگے" پوری ہوئی یا نہیں؟

غیر احمدی :- نہیں۔

احمدی :- کیوں ؟

غیر احمدی :- بس نہیں ٭

ناظرین! اس "نہیں" پر غور فرمائیں۔ اور "نہیں" کہنے والے کی سمجھ۔ عقل اور فکر کی داد دیں۔ اس "نہیں" کی حقیقت اسوقت اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ جبکہ یہ قادیان میں رہنے والے ایسے شخص کے مُنہ سے نکل رہا ہو جس نے حضرت مسیح موعود کی ابتدائی حالت کو بھی دیکھا ہے۔ اور پھر اب بھی دیکھ رہا ہے ٭

مولوی ابراہیم سیالکوٹی کو "قلبی اندوہ و غم"

۳۰- جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کے اہلحدیث میں مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے اپنی مزاج کی کیفیت کے متعلق جو چند سطور شایع کرائی ہیں۔ ان میں لکھا ہے کہ :-

"ہر چند میری بیماری کا سبب قلبی اندوہ و غم ہے۔ لیکن واقعات کچھ ایسے متواتر واقع ہوتے رہے کہ بیماری بڑھتے بڑھتے اب جسمانی اور طبعی ہو گئی ہے۔ جس سے اس دنیا میں شفا مشکل نظر آتی ہے"

قطع نظر اس کے کہ خدائے قادر کے رحم اور عفو سے اس قدر مایوسی اور نا اُمیدی کا اظہار مولوی صاحب کو انہ لا یائیس من روح اللہ الا القوم الکٰفرون کا پورا پورا مصداق بنا رہا ہے۔ اور ان کی مولویت و اسلام سے دُور ہونے کا پردہ فاش کر رہا ہے۔ ہم ان کے "قلبی اندوہ و غم" کے متعلق اظہار ہمدردی کرتے ہوئے اس اندوہگین خبر کی تصدیق کرانا چاہتے ہیں[1]۔ جو حال ہی میں ہمیں ان کے متعلق پہونچی ہے۔ اور وہ یہ کہ ان کی ایک بہت ہی قریبی نوجوان لڑکی عیسائی ہو گئی ہے اور باوجود اس کے کہ عدالت نے ضمانت لیکر ایک مقررہ تاریخ تک لڑکی کو مولوی صاحب کے حوالہ کر دیا۔ کہ وہ اس کو سمجھا بجھالیں۔ اور اس کے شکوک رفع کر کے اس کی تسلی کر دیں۔ لیکن مقررہ تاریخ پر لڑکی نے اپنی رضامندی عیسائیوں کے پاس ہی رہنے پر ظاہر کی۔ اور انہی کے ہمراہ چلی گئی۔

اگر یہ واقعہ دُرست ہے۔ تو اس میں شک نہیں۔ کہ مولوی صاحب کے "قلبی اندوہ و غم" میں اس کی وجہ سے بہت زیادہ اضافہ ہوا ہو گا۔ اور وہ خاص ہمدردی کے مستحق ہیں۔ کاش! اس لڑکی کے شکوک اور شبہات کا ازالہ کرنے کے لئے ان دلائل اور براہین کو استعمال کیا جاتا۔ جو عیسائیت کے مقابلہ میں ہرگز بدہٗ خدا حضرت مرزا صاحب نے پیش کئے ہیں۔ ورنہ مسلمانوں کے موجودہ عقائد تو اس قسم کے ہیں۔ کہ جن سے عیسائیت ہی کی تائید ہوتی ہے۔ مولوی ثناءاللہ صاحب محض ضد کی وجہ سے ہمارے مقابلہ میں کہا کرتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح کی وفات ماننے سے عیسائیت کی تائید ہوتی ہے۔ نہ کہ ترد ید اگرچہ یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ عیسائیت کا سارا دارومدار اسی امر پر ہے۔ کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر چلے گئے اور اسی بات کو پیش کر کے نہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت مسیح کی فضیلت کا اقرار کرنے کے لئے مسلمانوں ...... کو مجبور کر دیتے ہیں۔ بلکہ اسی سے الوہیت مسیح اور اس کے ابن اللہ ہونیکا بھی ثبوت پیش کرتے ہیں جس کا وہ لوگ کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ جو حضرت مسیح کو زندہ آسمان پر مانتے ہیں ٭ اُمید ہے کہ اس واقعہ سے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے مولوی ثناءاللہ صاحب کو بھی اچھی طرح واضح ہو جائیگا۔ کہ خدا تعالےٰ نے اس بات کے ثبوت میں کہ مسلمانوں کے موجودہ عقائد اسلام کے خلاف۔ عیسائیت کی تائید میں ہیں۔ ایسے لوگوں کے گھروں میں کیسا عبرتناک نشان دکھلایا ہے جو حیات مسیح وغیرہ عقائد پر خاص زور دیا کرتے [illegible]

---

[1] اگر فرط غم کی وجہ سے مولوی صاحب جواب نہ دے سکیں تو ہمارے سیالکوٹی احباب میں سے ہی کسی کو اس خبر پر روشنی ڈالنی چاہیئے ٭

اولاد کی تمنّا

مکرم ماسٹر احمد حسین صاحب کا جو آج کل قادیان سے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ماہوار رسالہ "اتالیق" نکالتے ہیں۔ ایک پرانا مضمون مندرجہ بالا عنوان پر ہمیں پرانے کاغذات سے دستیاب ہوا ہے۔ جسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ یہ مضمون بلحاظ نفس مضمون کے بھی انشاء اللہ مفید اور دلچسپ ثابت ہوگا لیکن اسوقت ہم جس امر کا خاص طور پر ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ ماسٹر صاحب موصوف نے جب یہ مضمون لکھا۔ اسوقت ان کے ہاں ابھی کوئی اولاد نہ تھی۔ جیسا کہ دوران مضمون میں انہوں نے خود بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن اب خدا کے فضل سے انکے ایک لڑکا اور ایک لڑکی موجود ہیں۔

(ایڈیٹر)

خدا کی قدرت کے کارخانے بھی بڑے ہی عجیب ہیں کون ہے۔ جو اس کے حکمت کے بھیدوں کو سمجھ سکے۔ ایک وہ ہیں جو اس مُراد کو ترستے ہیں۔ اور ایک وہ ہیں۔ جن کے ہاں ماشاء اللہ اُوپر تلے بچے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اولاد کی تمنا ایک قدرتی خواہش ہے۔ رسُولوں اور نبیوں تک نے بے اولاد رہنے اور نسل منقطع ہونے سے خدا کی پناہ مانگی ہے ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاں گو اولاد ذکور کے ذریعے نسل آگے نہیں چلی۔ اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی۔ لیکن اوّل تو حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذریعہ خاندان نبوت کا نام آج تک روشن ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ دوسرے حضور کی اولاد رُوحانی کا سلسلہ تا قیامت جاری رہنے والا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ اپنے کلام پاک میں فرما چکا ہے۔ کہ محمدؐ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہوں۔ لیکن آپ کے فرزندان معنوی ہونگے۔ کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسُول ہیں۔ اور جیسا کہ کفار آپ کو بوجہ اولاد صُلبی نہونے کے ابتر کہتے ہیں۔ یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ آپکا نام و نشان بہ سبب لاولدی مِٹ جائے۔ غرضکہ اولاد کی تمنّا کوئی فضول یا بری خواہش نہیں۔

لیکن بعض بیبیوں کو دیکھا سُنا گیا ہے۔ کہ گود خالی ہونے کے غم میں رات دن کُھلتی اور آس و مُراد کے لئے طرح طرح کے جائز و ناجائز جتن کرتی ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں۔ اگر ضرورت ہو تو علاج معالجہ کو ہم بُرا نہیں کہتے۔ لیکن خلاف شرع یا جاہلانہ منتیں مُرادیں مانگنا اور سیانے دواؤں کے بتلائے ہوئے ٹونے ٹوٹکے کرنا تو ناحق اپنا پیسہ اور ایمان کھونا ہے جب علاج معالجہ کی جائز تدبیریں پوری پوری سعی و توجہ سے کر چکیں۔ پھر بھی مراد دلی بر نہ آئے تو اس سے بہتر کوئی طریق نہیں ہو سکتا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پہ صابر و شاکر اور اسی کے حضور دست بدعا رہیں۔ بلکہ دُعا کی۔ تو بہر حال یعنے علاج معالجہ کے ساتھ بھی بڑی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کے فضل اور حکم بِنا دوا درمن کی کیا طاقت ہے۔ جو اپنا اثر دکھا سکے۔ جیسے دُعا کا اثر اس کے اختیار کی بات ہے ویسے ہی دوا کی تاثیر بھی محض ایک سرّ الٰہی سمجھو۔ دوا کے کیا ماتھے پر لکھا ہوتا ہے۔ کہ فلاں مرض کو ضرور ہی دُور کر دے۔ اور کبھی کسی دُکھ درد کا ہر حال میں حکمی و شرطیہ علاج بھی کسی نے سُنا دیکھا ہے؟

اس چارۂ رُوحانی کا فائدہ صرف یہی نہ ہوگا کہ فضول صدمہ و غم سے نجات ملیگی۔ بلکہ اس کے علاوہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک بڑی برکت و رحمت بھی نازل ہوگی۔ کہ جو اولاد ہو جیتی جاگتی۔ سعادتمند و نصیبہ ور ہو۔

مثل مشہور ہے کہ کسی شخص کا گھی گر پڑا تھا۔ اس نے خیالات کے بہلانے کو کہا۔ کہ مجھے تو روٹی چُپڑی نہیں بلکہ رُوکھی ہی بھاتی ہے۔ چونکہ مشیت ایزدی سے میرے ہاں بھی اب تک کوئی اولاد نہیں۔ اسواسطے ممکن ہے کہ مجھے بطور پھبتی کے وہی مثل کا مصداق سمجھا جائے۔ لیکن میں خدائے واحد کو گواہ کرکے کہتا ہوں۔ کہ مَیں ذیل کے نصیحت آمیز خیالات محض بخیال ہمدردی شریف بیبیوں اور نیک مردوں کے فائدہ کی غرض سے ظاہر کرتا ہوں۔ اور اپنی حالت کا ذکر بھی میں نے اسی خیال سے ضروری سمجھا ہے۔ کہ نری باتیں ہی باتیں نہ سمجھی جائیں۔ جو فقط "دیگراں را نصیحت" کے طور پر ہوتی ہیں۔ کیونکہ ہم دونو میاں بیوی خدا کے فضل سے انہی خیالات کے سبب راضی برضائے مولیٰ ہیں۔ اور لاولدی کے غم کو اپنے پاس بھی نہیں پھٹکنے دیتے۔

جن بہنوں کو بال بچے نہونے کا غم ہر دم رہتا۔ اور اُن کی زندگی تلخ کئے رکھتا ہو۔ انہیں سوچنا چاہیئے۔ کہ اولاد کی وجہ سے طرح طرح کی مصائب و تکالیف بھی تو جھیلنی پڑتی ہیں۔ تم اگر اس شیریں پھل سے محروم ہو تو اُن بے شمار قسم کی شدید زحمتوں سے بھی تو بچی ہوئی ہو۔ جو بچہ والیوں کے گلے کا ہار رہتی ہیں۔ ہر وقت کا گُو مُوت۔ رونا چیخنا۔ دُکھ بیماری۔ نہ کھانے کا مزا۔ نہ پہننے کا لُطف۔ نہ سونے کی راحت نہ جاگنے کی کیفیت مہینوں بلکہ برسوں آئے دن کچھ نہ کچھ سیاپا ہی سر پر سوار رہتا ہے۔ آج کیا ہے؟ کہ بچہ کی آنکھیں دُکھ رہی ہیں۔ اب کیا حال ہے؟ دانت نکل رہے ہیں۔ غرض عمر عزیز کا ایک معقول حصہ انہی دُکھڑوں میں گذر جاتا ہے۔ پھر یہ بھی خبر نہیں کہ جی بچیں اور پروان چڑھیں گے یا نہیں بہتیرے پالے پوسے لال دیکھتے دیکھتے چٹ پٹ ہو جاتے ہیں۔ تو ان کی دائمی مفارقت کا صدمہ اور بھی پچھلی مصیبتوں کی تلخی آمیز یاد کو دوبالا اور رہ رہ کے تازہ کرتا رہتا ہے۔

مانا کہ اگر جیتے تو ان کی خوشی بھی بہت ہی بڑی خوشی ہوتی۔ لیکن بعض اولادیں ماں باپ کی غفلت اور بے ترکیبی سے ایسی اُٹھتی ہیں۔ کہ بڑے ہونے پر بھی ان کی وجہ سے بچاروں کو جیتے جی کا جلاپا ہی رہتا ہے پس اگر اولاد ہوئی۔ اور ناخلف ناشاد و نامراد تو ایسے بیٹا بیٹی سے اوت نپوتا رہنا ہی اچھا کہ بہت سی تکالیف اور صدموں سے تو بچے رہیں۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ ان مصیبتوں اور زحمتوں سے ڈر کر یا اپنے عیش و آرام کی خاطر از خود ہی بے اولاد رہنے

خواہش یا کوشش کی جائے۔ یہ تو سراسر ایک گناہ عظیم ہے جس کی تشریح یہاں موجب طوالت ہوگی۔ بلکہ مدعا صرف یہ ہے۔ کہ جن کے ہاں کسی وجہ سے قدرتاً ہی اولاد نہ ہوتی ہو۔ انہیں خدا کی مرضی سے بیزار ہوکر خواہ مخواہ اور گناہ گار نہ بننا چاہیئے۔ کیونکہ ایسے حرماں نصیبوں کی من سمجھوتی اور تسلی کے لئے خدا تعالےٰ کا یہ ارشاد بھی تو موجود ہے۔ کہ جسے چاہتے ہیں بیٹے دیتے ہیں جسے چاہیں بیٹیاں۔ جسے چاہیں دونو۔ اور جسے چاہیں بالکل بے اولاد رکھیں۔ پس کیا وجہ ہے۔ کہ جن کے کوئی بھی اس اولاد نہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کی اور بہت سی نعمتوں مثلاً ایمان۔ دین۔ صحت۔ عزت اور فراغبالی وغیرہ پر شکر حق نہ بجالائیں۔ غرض جو جس نعمت سے محروم ہے اس کا خیال بھی نہ لائے۔ بلکہ اپنے سے بھی گئے گذرے اور قابل رحم لوگوں کی حالت سے عبرت و نصیحت حاصل کر کے اپنے مولیٰ کے فرمانبردار و شکر گذار رہیں۔ اور اگر سب اسی طرح اپنی سی اچھی حالت والوں کی طرف دیکھ دیکھ کر کڑھتے اور جلتے رہیں۔ تو اس کا نتیجہ بجز اس کے کیا ہوسکتا ہے۔ کہ دنیا میں کبھی ہائے حسد کے جیتے جی کے جہنم میں تمنی کے دن کاٹیں اور آخرت میں بھی ناشکری کے سبب عذاب کے مزے چکھیں۔ پھر کیوں ناحق وہاں کا اجر و ثواب کھوئیں۔ اور یہاں عنت میں اپنی زندگی آپ اجیرن کریں؟ اللہ تعالےٰ سب بھائیوں اور بہنوں کو ایسی نحس و نامبارک باتوں سے بچائے رکھے۔ آمین

خاکسار احمد حسین فرید آبادی۔ ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۱۴ء

ولایت کی مسجد احمدیہ کا چندہ

جماعت ادھوال ضلع اٹک سے مبلغ ۳۸؎ کی رقم آگئی ہے۔ یہ ایک قلیل جماعت ہے۔ جس نے ایک معقول رقم ارسال کی ہے۔ ایسا ہی جماعت ہوشیارپور میں صرف دو احمدی ہیں۔ ایک راجہ علی محمد خان صاحب۔ اور دوسرے پیر حاجی احمد صاحب کا خاندان۔ اس انجمن سے مبلغ ۱۰؎ کی رقم ملی ہے۔ جو بڑی بڑی انجمنوں کے واسطے قابل تقلید نمونہ ہے۔ ابھی ایک لاکھ روپیہ میں جو اس مسجد کیواسطے حضرت صاحب نے فرمایا ہے ایک کثیر رقم قابل وصول ہے۔ احباب پورے طور پر سعی کر کے بھجوا دیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کے کلام میں تناقض ثابت کرنے کی ناکام کوشش

"یکے از کوہاٹ" کے نام سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اخبار اہلحدیث میں مضمون شایع ہوتے رہتے ہیں۔ ان کا پتہ لگا کر ہمارے کوہاٹ میں رہنے والے بھائی اور خصوصاً مولوی صدرالدین صاحب ان سے ملکر بھی جواب دیتے رہتے ہیں۔ ایک موقعہ پر ان کے سامنے جو تحریری سوال پیش ہوا اور اس کا جواب انہوں نے دیا وہ فائدہ عام کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

سوال نقض کے لفظی معنے ہیں توڑنا۔ اصطلاح منطق میں نقیض کے معنی ہیں۔ نفی۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ کہا جاوے۔ کہ کل انسان۔ حیوان ہوتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا جائے۔ کہ بعض انسان حیوان نہیں ہوتے۔ چونکہ یہ دونوں فقرے ایک۔ دوسرے کی نفی کرتے ہیں۔ یعنی اگر پہلا صحیح ہے۔ جو واقعی صحیح ہے۔ تو دوسرا غلط اور اگر دوسرا صحیح ہے۔ تو پہلا غلط۔ اس لئے کہا جائیگا کہ یہ دونوں فقرے آپس میں نقیض ہیں یا ایک فقرا دوسرے کا نقیض ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہٖ میں۔ ادنیٰ مشابہت کافی ہے۔ اور یہ صحیح ہے۔ کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہٖ میں غیریت ہونی ضروری ہے۔ عینیت نہیں ہونی چاہیئے۔ لیکن دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ کہ مشبہ اور مشبہ بہٖ میں مشابہت تامہ ہونی چاہیئے۔ ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ اس سادہ لوح کو یہ بھی خبر نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہٖ میں مشابہت تامہ ہوا کرتی ہے۔ لہذا مرزا صاحب کے ان دونوں قولوں میں تناقض ہے یا وہ ایک دوسرے کے نقیض ہیں۔

خاکسار عبدالحی از کوہاٹ۔

جواب اوّل اس امر سے اغماض کرتے ہوئے کہ تعریف تناقض میں معترض سے کیا فروگذاشت ہوئی ہے۔ عرض خدمت ہے۔ کہ حسب تعریف ان کے حضرت مرزا صاحبؑ کے ہر دو فقرات میں تناقض نہیں۔ وجہ یہ کہ جس جگہ مشابہت تامہ ہو۔ ادنیٰ مشابہت بھی موجود ہوگی۔ البتہ جہاں ادنیٰ مشابہت ہو۔ وہاں مشابہت تامہ نہیں ہوگی۔ ادنیٰ اور تامہ آپس میں ضعف اور قوت کا فرق رکھتے ہیں۔ مثلاً ادنیٰ قسم کا سیاہ رنگ اور پورا سیاہ۔ اب صاف ظاہر ہے کہ جہاں پورا سیاہ رنگ پایا جاویگا۔ وہاں ادنیٰ تو ضرور ہوگا۔ البتہ جہاں ادنیٰ ہے۔ وہاں پورا نہیں ہے۔ لیکن آپ نے نقیض کی تعریف میں فرمایا ہے۔ کہ اگر ایک فقرہ صادق ہو۔ تو دوسرا نہ ہو۔ اور اگر دوسرا ہو تو پہلا نہ ہو۔ وہ بات یہاں مفقود ہے۔ پس جبکہ فقرات میں تناقض ہے ہی نہیں تو اعتراض باطل۔ اور یہی مدعا تھا۔

جواب دوم حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ "میں مثیل مسیح" ہوں۔ اس لئے مماثلت یا مشابہت کے مسئلہ کو آپ نے بہت واضح کیا۔ بوجوہ ذیل۔

(۱) (اپنے نمونے سے) بہرحال یہ تو معترض کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ کہ مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام عین حضرت مسیح ابن مریم نہیں تھے۔ البتہ دیگر مناسبات موجود ہونے کے باعث یہ دعویٰ تھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے ذہن میں اور عمل میں یہی بات تھی کہ مماثلت کے واسطے عینیت ضروری نہیں۔ بلکہ غیریت بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ آپ کو بھی معلوم ہے۔

(۲) بارہا حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتب میں اس مسئلہ کی تشریح فرمائی۔ کہ مشابہت ادنیٰ کافی ہے (اگر معترض صاحب باور نہ کریں تو حوالجات بھی پیش کئے جاسکتے ہیں)

(طریق فیصلہ) قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ محکمات کے تابع متشابہات کو کرو۔ اب صورت موجودہ میں جبکہ عملاً۔ تحریراً۔ جناب علیہ السلام نے اس امر کو بارہا واضح فرمادیا۔ کہ مشابہت میں ادنیٰ مناسبت کافی ہے تو ایک محقق کا فرض ہے۔ کہ اگر کوئی فقرہ بیان کردہ مضمون کے ساتھ بظاہر کسی قسم کی مخالفت رکھتا ہو۔ تو یہ سوچے کہ کوئی ایسا پہلو تو نہیں ہے۔ جس سے ہر دو فقرات میں مطابقت ہو جاوے۔ اگر کوئی وجہ پیدا ہوسکتی ہے تو

اس کو نظر انداز کرنا مناسب نہیں ہوتا ہے۔ ہاں اگر کوئی وجہ بھی نہ پائے۔ تو البتہ وہ معذور ہے۔ اور پھر بھی ایسا طریق اختیار کرنا زیبا ہے۔ جو مناسب شرفاء ہے۔ آیئے فقرہ مذکورہ کو دیکھتے ہیں۔ کہ کیا یہ ایسا ہی خلاف مضمون صحیحہ واقعہ ہوا ہے۔ کہ اس کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔ یا کہ کوئی اور بات ہے۔ تفصیل اس کی یوں ہے۔ کہ اکثر جگہ جناب ممدوح نے یہ بات تحریر فرمائی ہے۔ کہ مشبّہ اور مشبّہ بہ میں ادنیٰ مشابہت کافی ہے۔ مگر ایک جگہ یہ عبارت لکھ دی۔ کہ مشابہت تامہ چاہیئے۔ معترض صاحب کی نظر میں فوراً یہ بات آگئی۔ کہ بس اب خوب قابو آئے یہ موقعہ ایسا نکل آیا۔ کہ اعتراض کیا جا سکیگا۔ حالانکہ تناقض وغیرہ تو تھا کچھ نہیں۔ صرف قابل حل اتنی بات تھی۔ کہ کیوں یہاں ادنیٰ کے لفظ کو چھوڑ کر تامہ کا لفظ اختیار کیا گیا ہے۔ اس بات کو کامل طور پر ذہن نشین کرنے کے واسطے میں وہ موقعہ عرض کرتا ہوں۔ کہ جہاں آپ نے یہ تحریر فرمایا ہے۔ وھو ھذا۔

حضرت صاحب نے اس امر کے اثبات کیلئے کہ حضرت مسیحؑ قبر سے زندہ باہر آئے تھے۔ اور قبر میں زندہ ہی رہے تھے۔ منجملہ اور وجوہات کے ایک یہ وجہ بھی بیان فرمائی ہے۔ کہ حضرت مسیح نے فرمایا ہے۔ ”اس زمانے کے بُرے اور زنا کار لوگ نشان طلب کرتے ہیں۔ مگر یونس کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائیگا“

متی باب ۱۶ آیت ۴۔

یعنی حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ ان کو وہی نشان دکھایا جاویگا جو یونس نے دکھایا تھا۔ اب اگر یہ مانا جائے۔ اور یہ اعتقاد رکھا جائے۔ کہ حضرت مسیح قبر میں بحالت مردہ ہونے کے داخل ہوئے تھے۔ جیسے کہ تمام نصاریٰ اور یہود اعتقاد رکھتے ہیں۔ تو مشابہت پوری نہ ہوئی۔ کیونکہ صرف اس امر میں مشابہت کو محصور کرنا کہ جس طرح حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں داخل ہوئے۔ اسی طرح حضرت مسیحؑ بھی قبر میں داخل ہونگے۔ کوئی مفید مشابہت نہیں۔ بلکہ ناقص ہے۔ اور حضرت مسیحؑ کا پھر زندہ ہو کر اور قبر سے نکلنا اس امر کو حضرت یونس کے واقعہ کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں رہنے دیتا۔ کیونکہ حضرت یونسؑ تو مچھلی کے پیٹ میں زندہ ہی داخل ہوئے۔ اور زندہ رہے تھے۔ اور مرے نہ تھے۔ پس وجہ شبہ صرف دونوں کا داخل ہونا ہی رہ گئی۔ اور یہ ناقص ہے۔ کیونکہ اس امر میں یونس علیہ السلام کی کوئی خصوصیت نہیں۔ بلکہ تقریباً سب لوگ قبر میں یا کسی حیوان کے مُنہ میں جاتے ہی ہیں تو گویا قبر میں مردہ ہونے کی حالت میں حضرت مسیحؑ کا داخل ہونا کچھ مفید مشابہت نہیں۔ بلکہ ناقص ہے۔ چونکہ حسب اعتقاد نصاریٰ و یہود یہ مشابہت ناقص رہتی تھی۔ اس لئے اس مشابہت ناقصہ کے مقابلہ میں حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ”مشابہت تامہ“ کا لفظ فرمایا۔ یعنے جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام زندہ رہے۔ ایسا ہی حضرت مسیح بھی قبر میں زندہ ہی رہے۔ اور صلیب پر مرے نہیں۔ تو گویا آپ کا مشابہت تامہ فرمانا اس مشابہت ناقصہ کے مقابلہ میں ہے جو لوگوں کے ذہن میں تھی۔ نہ اس مشہور اور مسلم قاعدہ کے کہ ”مشبہ اور مشبہ بہ میں ادنیٰ مناسبت کافی ہو“ ساتھ ہی یہ بھی عرض ہے۔ کہ وجہ شبہ اگرچہ ادنیٰ مشابہت بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن دو باتیں قابل غور ہوتی ہیں (۱) یہ کہ جب مشابہت دی جاوے۔ تو وجہ شبہ مفید ہو (۲) یہ کہ اگر ادنیٰ مشابہت کی بجائے زیادہ مشابہتیں مل سکیں۔ تو کوئی ہرج نہیں۔ بلکہ انسب ہے۔ پس حالت موجودہ میں اگرچہ وجہ شبہ صرف قبر میں داخل ہونا بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن وہ کچھ مفید نہیں۔ اور اس امر کی یونس علیہ السلام کی کوئی خصوصیت نہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ یہاں پر مشابہت تامہ کا لفظ اس مشابہت ناقصہ کے مقابل ہے۔ جو کہ لوگوں کے ذہن میں تھی نہ کہ مسئلہ مشہورہ کے برخلاف۔

اب دو امر قابل تصفیہ ہمارے ذمہ ہوئے۔

(۱) یہ کہ وہ کونسا فقرہ ہے۔ جو وجہ شبہ صرف یہی قرار دیتا ہے۔

(۲) یہ کہ مرزا صاحب کی عبارت سے کہاں یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی مراد یہ ہے۔ جو یہاں جواب میں بیان کی گئی۔ بلکہ وہاں تو بطور عام قاعدہ کے یہ لکھا ہے۔ کہ مشبّہ اور مشبّہ بہ میں مشابہت تامہ چاہیئے۔ امر اوّل کے متعلق یہ عرض ہے۔ کہ تمام نصاریٰ اور یہود بالاتفاق اس بات کو مانتے ہیں۔ کہ مسیح صلیب پر فوت ہو گئے ہیں۔ اور قبر میں مردہ داخل ہوئے۔ اور پھر نصاریٰ کے قول کے مطابق زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے۔ دیکھو اناجیل اربعہ۔ باقی رہا امر دوم اس کے متعلق (۱) تو یہ عرض ہے۔ کہ اصل عبارت معترض صاحب نے باظہار حوالہ پیش نہیں کی۔ (۲) بشرط تسلیم اس قول کو مشابہ کی ذیل میں لیکر وہی معنی کرینگے۔ جو مناسب کلام مصنف ہیں۔ یعنی جب یہ تصریحات منجانب مصنف موجود ہیں۔ تو کیوں نہ ہم یہ مان لیں۔ کہ یہاں بھی وہ سب امور مذکور ہیں۔ گو صراحتاً نہ سہی۔ ساتھ ہی جبکہ یہ مبرہن کیا جا چکا ہے۔ کہ یہاں تامہ بمقابلہ ناقصہ ہے۔ جو عند النصاریٰ وجہ شبہ ہے۔ نہ کہ عام مشہور متعارف مسئلہ کے۔

جواب سوم

اگر ایک جگہ یہ ذکر ہوتا کہ مشابہت چاہیئے اور دوسری جگہ یہ کہ مشابہت نہ چاہیئے تو معترض کو اعتراض کی گنجائش تھی۔ اور معترض کو من وجہ یہ حق تھا۔ کہ وہ تناقض کہہ لیتا۔ اگرچہ ایسے دو قول ہوتے ہوئے بھی یہ موقع موجود تھا۔ کہ ایسے دو فقروں میں تطابق کیا جاوے۔ اور یہ بالکل ممکن ہے۔ مگر تاہم اس کو گنجائش ضرور تھی۔ لیکن وہ بات نہیں ہے۔ اس لئے اعتراض غلط ہے۔

جواب چہارم

تمام عقلاء اس امر کو مانتے ہیں۔ کہ اعتراض کرتے ہوئے ہمیشہ یہ امر ضرور مد نظر ہونا چاہیئے۔ کہ (۱) کیا یہ اعتراض ایسی شکل میں تو پیش نہیں کیا جا رہا۔ کہ یہی اعتراض مجھ پر واپس آ دے (یعنی اپنے ہی مسلمات پر پانی پھر جاوے) (۲) یہ کہ جس پر اعتراض کیا جا رہا ہے۔ اس کی حیثیت کیا ہے۔

اگر ان دو اُمور کو دُنیا ماموروں کے مقابلے میں نظر انداز نہ کرتی۔ تو آج یہ سماں نظر نہ آتا۔ اور قرآن جیسی پُرمعارف کتاب کے ہوتے ہوئے اور سیدنا خاتم النبیین خاتم المُرسلین حضرت محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسا کامل انسان ہوتے ہوئے اتنی دُنیا کفر کے گڑھے میں نہ رہتی۔ لیکن شامت اعمال سے مخالفین کو حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام میں نقص ہی نقص نظر آئے۔ اور قرآن کریم ان کے نزدیک ان ھذا الا اساطیر الاولین کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اگر مخالفین اسلام اس بات کو

دیکھتے۔ کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء بوجہ نو حرم محترم (رضی اللہ عنہن) کے ایک عیاش آدمی بنجاتا ہے۔ (نعوذ باللہ) تو حضرت سلیمان و داؤد علیہما السلام کا کیا حال ہوگا۔ جبکہ ان کی (حسب قول یہود) سو سو حرم تھیں۔ گویا یہ ایسا اعتراض تھا۔ جو ان کے اپنے مسلمات پر پڑتا تھا۔ مگر انہوں نے خیال نہ کیا۔ ایسا ہی اگر وہ صحابہ کی پاک لائف کو دیکھتے۔ تو کبھی یہ نہ کہتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کی بہو بیٹیاں تاڑا کرتے تھے (معاذ اللہ) کیا وہ شخص جو یہ کہتا ہے۔ کہ میں تم کو ہدایت کے بلند منار تک پہنچانے آیا ہوں۔ کیا وہ ایسا کر سکتا ہے۔ عقل اس کو باور نہیں کر سکتی۔ ساتھ ہی جبکہ وہ واقعات بھی پیش نظر ہوں (کہ صحابہ یوں فدا تھے) کیا ایسے شخص پر کوئی فدا ہو سکتا ہے۔ جو بدچلن ہو۔ مگر اعتراض کرنے والوں نے رسول کریم کی حیثیت کو نظر انداز کر دیا ✦

معترض سے مطالبہ

اس تقریر کے بعد مسئلہ ہذا کو دیکھو۔ تو معاملہ بالکل صاف ہے۔ اولاً اگر اس قسم کے چند اقوال جس شخص کی کلام میں ہوں۔ وہ کاذب ہوتا ہے (یعنی اقوال مخالفہ۔ اگرچہ مخالفت ظاہری ہو) تو پھر فرمایئے۔ کہ آپ قرآن کریم کی حسب ذیل آیات کا کیا جواب دینگے۔ جو آپس میں مخالف ہیں۔ اور ساتھ ہی ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً بھی قرآن کریم میں موجود ہے

	آیات		
(۱)	(۱) ما ضل صاحبکم وما غوی (۲) ووجدک ضالاً فہدیٰ	وجہ	(۱) نفی ضلالت (۲) وجود ضلالت
(۲)	(۱) ولکن الناس یظلمون۔ ان الشرک لظلم عظیم (۲) ومن عبادہ الذین اصطفینا ..... فمنہم ظالم لنفسہ	چیدہ	(۱) ظلم بہت برا ہے۔ (۲) پسندیدہ لوگوں میں ظالم بھی ہیں
(۳)	(۱) لتنذر قوماً ما اتٰہم من نذیر من قبلک۔ (۲) ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر	وجہ	(۱) کوئی نذیر نہیں آیا (۲) ہر ایک امت میں نذیر گذرا
(۴)	(۱) ولو شئنا لبعثنا فی کل قریۃ نذیراً۔ (۲) وان من قریۃ الا خلا فیہا نذیر	وجہ	(۱) اگر چاہتے تو نذیر بھیجتے (مطلب یہ کہ نہ چاہا) (۲) ہر ایک گاؤں میں نذیر گیا

آپ ان کا جو کچھ بھی جواب دینگے۔ اس کا ماحصل یہی ہوگا کہ آپ ان کے ظاہری تخالف کو رفع کرنے کی کوشش کرینگے۔ اور معترض کو یہ جواب دینگے۔ کہ آیات بالا میں یوں توافق ہے (خاکسار ضرور اس وجہ توافق کو بیان کر دیتا لیکن چونکہ مدت سے یہ قرضہ آپ کے ذمہ ہے۔ اس لئے آپ ہی کچھ خامہ فرسائی فرمادیں۔ امید ہے۔ کہ آپنے اس طویل مدت میں خاطر خواہ غور و خوض کر لیا ہوگا۔ اگرچہ تا تریاق والا معاملہ ہوگا۔ تاہم غنیمت ہوگا) اسی طرح اگر اس معاملہ میں غور کرتے۔ تو ضرور میں امید کرتا ہوں کہ یہ مشکل عقدہ آپ کے لئے ہرگز ہرگز لاینحل نہ رہتا۔ تو گویا یہ ایسا اعتراض ہے۔ کہ الٹ کر آپ پر پڑتا ہے

امر دوم۔ یوں سمجھیں۔ کہ اگر آپ کم از کم یہی دیکھ لیتے کہ میں کس شخص پر یہ اعتراض کرنے لگا ہوں۔ تو ضرور آپ اس ٹھوکر سے بچ جاتے۔ صاحب من! مدعی کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے۔ اور یہ کہ وہ ایسے نشانات دکھا گیا ہے۔ جو معارف کے دریا ہیں۔ اور جن سے دنیا عاجز ہے۔ کیا ایک ایسے شخص پر جس نے کئی کتابیں بے مثل لکھ دی ہوں۔ اس پر یہ اعتراض کہ اس نے فلاں موقعہ پر ایسے فقرات استعمال کئے۔ جو باہم متناقض ہیں۔ ایک صریح ظلم نہیں۔ تو اور کیا ہے گویا یہ اعتراض مدعی کی حیثیت کا نہیں ✦

ایک اور امر

اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ اعتراض میں مشابہت تامہ سے مراد یہ نہیں۔ کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں کوئی غیریت ہی نہ رہے۔ امور ذیل قابل توجہ ہیں۔

(۱) واقعہ مذکورہ میں مشبہ حضرت مسیح ہیں اور مشبہ بہ حضرت یونس علیہ السلام۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ ہر دو حضرات وجوداً متغائر ہیں۔

(۲) (۱) حضرت مسیح قبر میں پڑے (۲) حضرت یونس مچھلی کے پیٹ میں۔ مغائرت موجود ہے۔

(۳) مقام حضرت مسیح اور ہے۔ اور مقام حضرت یونس اور۔ مغائرت موجود ہے۔

(۴) حضرت مسیح مصلوب ہوگئے۔ حضرت یونس اپنی قوم سے بھاگے مغائرت موجود ہے ✦

پس مغائرات اربعہ کے ہوتے ہوئے یہ مراد لینا کہ متکلم کا منشا یہ ہے کہ مشابہت تامہ چاہیئے (یعنی غیریت بالکل نہ ہو) کہاں تک صحیح اور درست ہو سکتا ہے اس تحریر کے لکھنے سے مدعا یہ ہے۔ کہ مصنف کی کلام میں اگرچہ تامہ کا لفظ موجود ہے۔ تاہم یہ ہرگز مراد نہیں کہ یہاں برخلاف بیانات سابق و برخلاف قاعدہ مسلمہ یہ مراد ہو۔ کہ مغائرت کی ضرورت نہیں۔ صرف مشابہت ہی چاہیئے۔ بلکہ یہ فقرہ کسی اور غرض کو مدنظر رکھ کر استعمال کیا گیا ہے۔ جس کی تشریح کی جا چکی ہے

خاکسار صدر الدین احمدی کوہاٹ (سکرٹری تبلیغ)

مسجد احمدیہ لنڈن

رفتار چندہ

حیدر آباد سے سید بشارت احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"قادیان شریف ... سے حیدر آباد پہونچ کر ابھی سامان نہ کھولا تھا کہ دو اہم کام درپیش آئے۔ اولاً مسجد ولایت کے مبارک چندہ کی فراہمی۔ دوم۔ پلیگ کی کثرت کے باعث نقل مکان کا انتظام۔

اولاً۔ میں نے چندہ کی فکر کی۔ اگرچہ بوجہ طاعون اکثر احباب بیرون شہر مقیم تھے۔ اور جمعہ میں بھی ربع کے قریب جمع ہوتے ہیں۔ حتی الامکان ان کے مکانوں پر خطوط بھجوا کر چندہ منگواتا رہا۔ بعض جگہ میں خود بھی جا کر لایا۔ الغرض بڑی جدوجہد میں پونے دو ہزار روپیہ بفضلہ تعالیٰ جمع کر لیا ✦"

آج ولنہدین سے ڈاکٹر فتح دین صاحب نے بذریعہ تار مسجد فنڈ میں ان کی طرف سے ایک سو ساٹھ روپیہ جمع کرنے کا پیغام بھیجا ہے۔

نیازمند

عبد المغنی۔ ناظر بیت المال قادیان

۳۱۔ جنوری ۱۹۲۰ء

ولایت میں احمدیہ مسجد کے لئے

چندہ دینے والوں کی فہرست

مولوی محمد للدین صاحب اصل باقی نویس کھاریاں ضلع گجرات ما/
سید عبد المجید صاحب - منصوری مار
منشی عمر الدین صاحب سیاق سیاہہ نویس اجنالہ امرتسر مـعـہ/
میاں رحمت اللہ صاحب - بنگہ - جالندھر عـہ/
ماسٹر عبد العزیز صاحب - نوشہرہ - سیالکوٹ سے/
منشی رحیم الدین صاحب - ڈاک ہتھر - ڈیرہ دون صر/
شیخ منظور علی صاحب سب انسپکٹر پولیس - جون پور عـہ/
میاں غلام محمد صاحب - بکھیانہ - گوجرات سے/
مستری قادر بخش صاحب - دہلی صر/
میاں عمر الدین صاحب - دہلی بعـہ/
مولوی احمد حسن صاحب مدرس جوئی - مظفر نگر عہ/
منشی غلام علی صاحب - سعد اللہ پور گوجرات للعہ/
شیخ حشمت اللہ صاحب - پٹیالہ صر/
میاں محمد ظہور صاحب " وعـہ/
جماعت روہڑی سندھ معرفت بابو اکبر علی صاحب بعـہ/
پیر غلام غوث صاحب گویکی عہ/
تاجر برادرس چیت پور روڈ - کلکتہ مار
جماعت راجپورہ پٹیالہ وبعـہ/
محمد اسحق علی خان صاحب - اناؤ عا/
سید عبد الحبیب صاحب - کٹک سہ/
ملک مولا بخش صاحب - گورداسپور عیعـہ/
بابو عبد الغنی صاحب - اوورسیر لیبٹی پرمیج عـہ/
شیخ قمر الدین فضل حق سوداگران جہلم ماصہ/
محمد افضل صاحب دانوں ۲عـہ/
خان بہادر عبد الحق صاحب - بیلی بھیت مار
محمد شفیع صاحب - ہیڈ کلرک مارتی عـہ/
کرم الٰہی صاحب وارڈ برٹن - شیخوپورہ وعـہ/
عبد الرحیم صاحب پوسٹ ماسٹر - ایرکوٹہ عـہ/

منشی بقاء محمد صاحب اڑہ - جہلم عار
بابو محمد عبد اللہ صاحب سگنیلر کوٹ خدایار سے
انجمن حویلی بہادر خان - سرگودہ ۳۱عـہ/
سید فضل شاہ صاحب کھٹر - گجرات سر
بابو محمد حسین صاحب - گورکھپور لعہ/
میاں عطاء محمد صاحب - جہلم عار
غلام محی الدین صاحب پوسٹل کلرک - ٹانک عـہ/
غلام قادر صاحب بلسیاں - جالندھر صر/
محمد نثار اللہ صاحب - ڈیرہ گوپی پور عـہ/
مولوی عمر الدین صاحب - سرنج - جالندھر وعـہ/
بابو سراج الدین صاحب - ایلچ پور - برار صـہ/
جماعت بہلول پور چک نمبر ۱۲ - لائل پور ماللعہ/
جماعت چہور چک نمبر ۱۱۷ - گوجرانوالہ مالعـہ/
محمد ہارون صاحب - بنگال صر/
محمد اسحق صاحب - بنوں للعہ/
محمد شفیع صاحب - شاہ پور عـہ/
رحمت اللہ صاحب - سار سعہ/
محمد شفیع صاحب - میانوالی وعـہ/
حبیب الرحمن صاحب مع اہل و عیال - حاجی پور صـہ
پیر برکت علی صاحب - رنمل - گجرات ے
محمد آصف زمان صاحب ڈپٹی کلکٹر - سہارنپور صـہ
محمد ابراہیم صاحب - بھاگل پور عہ/
سید مزمل شاہ صاحب کھیڑ - گجرات عـہ/
عبد الغفور صاحب - راجپوتانہ لعـہ/
حافظ نور احمد صاحب - اکولہ - برار بعـہ ۲
شیخ غلام جبار صاحب - بریلی بعـہ/
شیخ عبد الکریم صاحب - کلکتہ سے/
مولوی احسان الحق صاحب - مونگھیر عـہ/
حکیم ابو طاہر محمود احمد صاحب عـہ/
فضل العین صاحب تریکے - گجرانوالہ صر/
کرم دین صاحب - چھاؤنی لدھیانہ سیعہ/
جماعت کوہاٹ بیعـہ - جماعت بھاگلپور للعہ
جماعت گجرانوالہ ساسعہ - جماعت کنجاہ گجرات
عبد المغنی محاسب نظارت المال قادیان

میں کیونکر مسلمان ہوا

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب الفضل۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ چونکہ آپ نے خاکسار کی احمدیت کے متعلق کچھ الفضل میں شایع کیا۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اپنے متعلق کسی قدر تفصیل سے بیان کروں۔

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خدا کے فضل وکرم سے میں احمدیت میں داخل ہو کر آپ کا بھائی بن گیا ہوں۔ اور اسی خدا ہی کی نوازش اور سرفرازی سے ضلالت کی عمیق غار سے نکل کر ہدایت اور رشد کے ٹیلے پر کھڑا ہوں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ کو کچھ اپنی حالت سے آگاہ کروں۔ کہ کس طرح خدا نے میری مدد کی اور کس طرح اس نے سلسلہ احمدیہ کی طرف راہنمائی کی۔ میں آئرلینڈ کا باشندہ ہوں۔ اور عرصہ دراز سے ہندوستان میں آیا ہوا ہوں۔ مجھے مذہبی دلچسپی تھی۔ اس لئے عام طور پر مختلف مذاہب کی کتابیں دیکھتا رہتا تھا۔ بڑے غور اور فکر کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ دنیا میں صرف ایک ہی مذہب ہے۔ جو کہ اس قابل ہے۔ کہ اسے فطرت سلیم قبول کرے۔ اور اس کی تعلیم اس لائق ہے۔ کہ بسر و چشم قبول کی جاوے۔ اور اس کے احکام مستحق ہیں۔ کہ ان کو زمانہ میں پھیلایا جاوے۔ اور دنیا کے کسی مذہب میں روحانی بیماریوں کے لئے دوا نہیں۔ اور نہ وہ کسی بیمار کو تندرست کر سکتے ہیں۔ سوائے اسلام کے۔ کہ اب آب حیات یہی ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

دنیا کی سب دکانیں ہم نے ہیں دیکھی بھالیں
آخر ہوا یہ ثابت دار الشفاء یہی ہے

یہی خیال دل میں تھا۔ کہ اتفاقاً ایک یورپین نو مسلم ڈاکٹر سراج الدین رابرٹسن نامی سے خط و کتابت ہوئی۔ جس کی وجہ سے میں نے اسلام قبول کیا۔ اور اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مجھے اپنی ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔ اور ڈھائی سو روپیہ کی ملازمت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ لیکن اس کی مجھے کچھ پروا نہ ہوئی۔ کیونکہ اسلام کی محبت میرے دل میں جاگزین ہو چکی تھی۔ اور اسلام اپنا اثر میرے دل پر کافی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان - ۹ - فروری سنہ ۱۹۲۰ء

مولوی محمد علی صاحب نے سلطان ٹرکی کو اپنا خلیفہ مان لیا

مولوی محمد علی صاحب کی ٹرکی کے متعلق وفد میں شرکت

۲۶ - جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کے الفضل میں ہم نے مولوی محمد علی صاحب سے دریافت کیا تھا۔ کہ ۱۹ - جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کو بمقام دہلی جو ایڈریس خلافت ٹرکی کے متعلق حضور وائسرائے کی خدمت میں پیش ہوا ہے۔ اس پر انہوں نے بھی دستخط کئے ہیں یا نہیں۔ اور یہ پرچہ خاص طور پر ان کے پاس بھیجا گیا تھا۔ جس کا جواب انہوں نے خود تو کچھ نہیں دیا۔ البتہ پیغام صلح میں ان کے دہلی جانے اور وفد میں شریک ہونے کا اعلان ہو گیا ہے۔ جس سے ہم نے جو یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب نے خلافت ٹرکی کے متعلق عام مسلمانوں کے ساتھ عملی طور پر اپنا اتفاق ظاہر کرنے کے لئے بڑی خوشی سے دستخط کئے ہونگے۔ بالکل درست اور صحیح نکلا ہے۔

ہمارے نوٹس لینے کی وجہ

ہمیں مولوی محمد علی صاحب کے اس وفد میں شریک ہونے اور خلافت ٹرکی کے متعلق یہ طرزِ عمل اختیار کرنے پر نوٹس لینے کی ضرورت نہ پڑتی۔ اگر وہ اپنے آپ کو بانی سلسلہ احمدیہ کا پیرو اور اپنے نہایت ہی قلیل التعداد گروہ کو "احمدیہ جماعت" قرار دیکر بانی جماعت احمدیہ کی تعلیم اور جماعت احمدیہ کے طرزِ عمل کے متعلق غلط فہمی پھیلانے کے مرتکب نہ ہوتے۔ لیکن چونکہ انہوں نے حال ہی میں ایک اعلان کے ذریعہ ہمارے اس ایڈریس سے جو حضور لاٹ صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ اپنا اختلاف ظاہر کرتے ہوئے ایک طرف تو یہ لکھا ہے۔ کہ اس کے پیش کرنے والے احمدیہ جماعت کے خیالات اور جذبات کے ترجمان نہیں ہو سکتے۔ اور دوسری طرف عام مسلمانوں کی طرف سے حضور لاٹ صاحب کی خدمت میں جو ایڈریس پیش ہوا تھا۔ اس میں شامل ہونیوالے ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب اور مصطفےٰ خان صاحب کو "احمدیہ جماعت کی طرف سے اس موقعہ پر نمائندہ" قرار دیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اصلی اور حقیقی جماعت احمدیہ جو ایک واجب الاطاعت امام کے ماتحت ہے۔ اس کی بجائے وہ اپنے چند آدمیوں کو جماعت احمدیہ قرار دیکر اصل جماعت احمدیہ کے متعلق لوگوں کو دھوکہ میں رکھنا چاہتے ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب "قادیانی" کیوں بنے؟

علاوہ ازیں بمقام دہلی پیش ہونیوالے ایڈریس پر دستخط کرتے ہوئے انہوں نے ایک نہایت شرمناک چال چلی ہے اور وہ یہ کہ اپنے نام کے ساتھ لفظ "قادیانی" لکھا ہے جہاں تک ہمارا خیال ہے۔ اس سے قبل کبھی مولوی محمد علی صاحب نے اپنے نام کے ساتھ قادیانی کا لفظ نہیں لکھا۔ اور ان ایام میں بھی نہیں لکھا۔ جبکہ وہ اسبات کا ادعا کیا کرتے تھے۔ کہ میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر قادیان کا ہی ہو رہا ہوں۔ مگر اب جبکہ وہ قادیان سے الگ ہو گئے ہیں۔ اور قادیان کو "پاک اصول کی ہلاکت کا موجب"[1] قرار دے چکے ہیں اور ان کے نزدیک ہر قسم کی خیر و برکت ان کے جانے کے ساتھ ہی قادیان سے چلی گئی ہے۔ تو پھر وہ کس منہ سے اپنے آپ کو "قادیانی" کہہ سکتے ہیں۔ اگر انہیں اپنے نام کے ساتھ کچھ لگانا ہی تھا۔ تو "لاہوری" کا لفظ لگانا چاہیئے تھا کیونکہ اب وہ لاہور میں ہی مستقل سکونت رکھتے ہیں۔ اور قادیان کی بجائے لاہور کو ہی بابرکت اور خدا تعالیٰ کی برکات کا وارث قرار دیتے ہیں[2]۔ پس کیا بلحاظ نسبتی تعلق اور کیا بلحاظ مقام کی تقدیس کے انہیں چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ اپنے آپ کو "لاہوری" لکھتے۔ لیکن بجائے اس کے انہوں نے "قادیانی" لکھا ہے۔ حالانکہ نہ وہ اب قادیان میں رہتے ہیں۔ اور نہ موجودہ صورت میں قادیان کو خیر و برکت کا وارث قرار دیتے ہیں۔ اسپر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ پھر ان کے اپنے نام کے ساتھ "قادیانی" لکھنے کی کیا وجہ ہے کیا انہیں قادیان سے اپنے پرانے تعلقات یاد آگئے یا کیا وہ اب قادیان کو "پاک اصول" کو زندگی بخشنے والا سمجھنے لگ گئے۔ یا کیا قادیان ان کی نظر میں پھر خیر و برکت کا وارث ہو گیا۔ اگر ان میں سے کوئی بات بھی درست اور صحیح نہیں۔ تو پھر خلافت ٹرکی کے متعلق حضور وائسرائے ہند کے پاس وفد لیجانے کے موقعہ پر انہیں "قادیانی" کہلانے کا کیوں شوق آگیا۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ کہ انہوں نے اپنے نام کے ساتھ "قادیانی" کا لفظ لکھ کر گورنمنٹ اور عام مسلمانوں کو یہ بتانا چاہا ہے۔ کہ وہ اس احمدیہ جماعت کے نمائندہ کی حیثیت سے پیش ہو رہے ہیں۔ جس کا مرکز "قادیان" ہے۔ اور جو خیالات وہ ظاہر کر رہے ہیں۔ وہی مرکز احمدیت سے تعلق رکھنے والی جماعت احمدیہ کے خیالات اور جذبات ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط اور صریح ان کی دھوکہ دہی ہے۔ جس کا ازالہ کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔

پھر جس ایڈریس پر مولوی محمد علی صاحب نے دستخط کئے ہیں۔ اس کے مقصد اور مدعا سے اس اختلاف پر خوب اچھی طرح روشنی پڑتی ہے۔ جس کی بنیاد سلسلہ احمدیہ میں مولوی محمد علی صاحب نے رکھی ہے۔

پس ان وجوہات کی بنا پر ہم یہ مضمون لکھنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ اُمید ہے۔ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھی ٹھنڈے دل سے اسپر غور کرینگے ✦

جماعت احمدیہ میں اختلاف کے بانی مولوی محمد علی صاحب

جماعت احمدیہ اس امر سے ناواقف نہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات پر سب سے پہلا اختلاف جو جماعت احمدیہ میں پیدا ہوا۔ وہ مسئلہ خلافت کے متعلق تھا۔ اور اس اختلاف کے بانی مبانی مولوی محمد علی صاحب ہی تھے۔

---

[1] ملاحظہ ہو رسالہ الوصیت کے صفحہ ۴۳ پر مولوی محمد علی صاحب کا نوٹ
[2] ملاحظہ ہو رسالہ الوصیت کے صفحہ ۴۴ پر مولوی محمد علی صاحب کا نوٹ

جنہوں نے اسی غرض کے لئے حضرت خلیفہ اول کی زندگی میں ہی "ایک نہایت ضروری اعلان" نامی ٹریکٹ چھپوا کر چھپائے رکھا۔ اور وفات کی خبر سن کر ان کے ساتھیوں نے سب سے پہلے جو کام کیا۔ وہ یہی تھا۔ کہ اس ٹریکٹ کو احمدیوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیا۔

اس ٹریکٹ میں انتہائی زور اسی بات پر صرف کیا گیا۔ کہ جماعت احمدیہ کا کوئی ایک شخص خلیفہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ اس کی بجائے یہ ہونا چاہیئے۔ کہ ہر وہ شخص جسے چالیس احمدی منتخب کر لیں۔ وہ "ان لوگوں سے جو سلسلہ میں داخل نہیں۔ سلسلہ میں داخل کرنے کے لئے مسیح موعود کے نام پر بیعت لے۔ مگر اس سے زیادہ کوئی مرتبہ اس کا سلسلہ میں تسلیم نہیں ہو سکتا"[1]

یہ رسالہ تو اس فتنہ و فساد کی بنیاد تھی۔ جو مولوی محمد علی صاحب نے جماعت احمدیہ میں پیدا کیا۔ لیکن جب وہ خود جماعت میں نا اتفاقی کا بیج بو چکے۔ اور فساد برپا ہو گیا تو بجائے اس کے کہ اپنی اس شرمناک کرتوت پر شرمندہ اور نادم ہوتے۔ انہیں یہ بھی مسئلہ خلافت کے خلاف ایک نئی دلیل ہاتھ آگئی۔ اور انہوں نے لکھ دیا کہ

"اب جب قوم کا اتفاق نہیں رہا۔ تو خلافت کا خاتمہ ہو گیا"[2]

اس وقت ہمیں اس دلیل کے صحیح یا غلط ہونے کے متعلق بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ صرف یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب خلافت کے انکار میں اسقدر بڑھ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ایک ہی خلیفہ کو مان کر یہ کہنے لگ گئے۔ کہ بس "خلافت کا خاتمہ ہو گیا"

غرض مولوی محمد علی صاحب سے جس قدر ہو سکا۔ سلسلہ احمدیہ میں سے خلافت کو اڑانے کے لئے انہوں نے زور لگایا۔ لیکن نتیجہ جو کچھ ہوا۔ وہ ظاہر ہے۔ خدا تعالےٰ نے جماعت کی راہ نمائی اور حفاظت کے لئے خلیفہ بنا ہی دیا۔ اور مولوی محمد علی صاحب کو خائب و خاسر ہو کر جماعت سے الگ ہونا پڑا۔

مولوی محمد علی کا مسیح موعود کے خلیفہ سے انکار

اور

خلافت ٹرکی کا اقرار

یہ مختصر تذکرہ ہم نے یہ بتانے کے لئے کیا ہے کہ وہ مولوی محمد علی جو سلسلہ احمدیہ سے خلافت مٹانے کے لئے ناخنوں تک کا زور لگا چکے۔ وہ مولوی محمد علی، جو حضرت مسیح موعود کے متبعین میں سے کسی کو خلافت کا مرتبہ دینے کے لئے تیار نہ تھے[1]۔ اور وہ مولوی محمد علی جس کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیار کردہ تمام جماعت احمدیہ میں سے کوئی ایک شخص بھی خلافت کے منصب پر فائز ہونے کے قابل نہ تھا[2] اب وہی مولوی محمد علی۔ سلطان ٹرکی کو اپنا خلیفہ قرار دے رہا ہے۔ اور اس کے خلاف کسی فیصلہ کو "مذہب کے صریح احکام کے خلاف" بتا رہا ہے حتیٰ کہ یہاں تک کہہ رہا ہے کہ:۔

"گورنمنٹ برطانیہ اور اس کے اتحادی مسئلہ خلافت کو ایسی صورت دے رہے ہیں۔ جسے کوئی مسلمان بجز اپنی آیندہ نجات کو خطرہ میں ڈالنے کے تسلیم نہیں کر سکتا"

یہ اس ایڈریس کے الفاظ ہیں۔ جو حضور وائسرائے کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اور جس پر مولوی محمد علی صاحب نے بحیثیت ایک مسلمان کے دستخط کئے۔

کیا یہ حیرت اور تعجب کا مقام نہیں ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب سلطان ٹرکی کو تو "خلیفۃ المسلمین" سمجھو جیسا کہ اسی ایڈریس کے حسب ذیل الفاظ سے ظاہر ہے کہ:۔

"مسلمان اس امر پر زور دیتے ہیں۔ اور وہ سراسر حق بجانب ہیں۔ کہ صرف خلیفۃ المسلمین ہی مقامات مقدسہ کا نگہبان رہے"

لیکن حضرت مسیح موعود کی جماعت میں سے کسی کو خلیفہ

[1] اعلان ضروری ص۷ [2] اعلان ضروری ص۱۱

مانتے ہوئے انہیں شرم آگئے۔ اور وہ اس کی مخالفت میں کھڑا ہو جائے۔ اصل میں یہ وبال ہے۔ اس حق و صداقت کے انکار اور مخالفت کا۔ جو مولوی محمد علی نے حضرت مسیح موعود کے خلیفہ کے متعلق کی۔ کہ ایک ایسی سلطنت کے حکمران کو خلیفہ مان لیا ہے۔ جس کی حقیقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہایت صفائی کے ساتھ کھول کر بتا چکے ہیں۔ ذیل میں ہم اس کے متعلق حضرت مسیح موعود کا ایک ہی حوالہ پیش کرتے ہیں:۔

سلطنت ٹرکی اور حضرت مسیح موعود

سلطنت ٹرکی کا ایک سفیر (حسین کامی) جب ہندوستان میں آیا۔ اور قادیان میں آ کر حضرت مسیح موعود کو بھی ملا۔ تو لاہور کے ایک اخبار نے حضرت صاحب کے متعلق لکھا۔ کہ آپ نے سفیر صاحب کو اس لئے قادیان بلایا تھا۔ کہ ان کے ہاتھ پر توبہ کریں۔ کیونکہ وہ نائب حضرت خلیفۃ المسلمین ہے۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اشتہار شایع کیا جس میں لکھا کہ:۔

"مجھے نہ سلطان روم کی طرف کچھ حاجت ہے۔ اور نہ اس کے کسی سفیر کی ملاقات کا شوق ہے۔ میرے لئے ایک سلطان کافی ہے۔ جو آسمان اور زمین کا حقیقی بادشاہ ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں۔ کہ قبل اس کے کہ کسی دوسرے کی طرف مجھے حاجت پڑے۔ اس عالم سے گذر جاؤں۔ آسمان کی بادشاہت کے آگے دنیا کی بادشاہت اس قدر بھی مرتبہ نہیں رکھتی۔ جیسا کہ آفتاب کے مقابل پر ایک کیڑا مرا ہوا۔ پھر جبکہ ہمارے بادشاہ کے آگے سلطان روم ہیچ ہے۔ تو اس کا سفیر کیا چیز۔ میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکرگذاری کے لائق گورنمنٹ انگریزی ہے جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کارروائی کر رہا ہوں۔ ترکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے۔ اور وہی شامت اعمال بھگت رہی ہے۔ اور ہرگز ممکن نہیں۔ کہ اس کے زیر سایہ رہ کر ہم کسی راستی کو پھیلا سکیں۔ مشاہدہ

[1] اعلان ضروری ص۸
[2] رسالہ الوصیت پر مولوی محمد علی صاحب کا تمہیدی نوٹ صفحہ ۲۰

بہت سے لوگ اس فقرہ سے ناراض ہونگے۔ مگر یہی حق ہے۔"

اسی اشتہار میں آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ :-

"میں نے یہ بھی اس (حسین کامی) کو کہا کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہے۔ کہ جو سلطانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا۔ وہ کاٹا جائیگا۔ بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔ اور میں خیال کرتا ہوں۔ کہ یہ تمام باتیں تیر کی طرح اس کو لگتی تھیں۔ اور میں نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ جو کچھ خدا نے الہام کے ذریعہ فرمایا تھا وہی کہا تھا۔"

اس کے ساتھ ہی آپ نے گورنمنٹ برطانیہ اور سلطنت ٹرکی کا مقابلہ کرتے ہوئے لکھا کہ :-

"اور پھر ان تمام باتوں کے بعد گورنمنٹ برطانیہ کا بھی ذکر آیا۔ اور جیسا کہ میرا قدیم سے عقیدہ ہے میں نے اس کو بار بار کہا۔ کہ ہم اس گورنمنٹ سے دلی اخلاص رکھتے ہیں۔ اور دلی وفادار اور دلی شکرگذار ہیں۔ کیونکہ اس کے زیر سایہ اسقدر امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ کہ کسی دوسری سلطنت کے نیچے ہرگز امید نہیں۔ کہ وہ امن حاصل ہو سکے۔ کیا میں اسلام بول میں امن کے ساتھ اس دعوے کو پھیلا سکتا ہوں۔ کہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں۔ اور یہ کہ تلوار چلانے کی سب روایتیں جھوٹ ہیں۔ کیا یہ سن کر اس جگہ کے درندے مولوی اور قاضی حملہ نہیں کرینگے۔ اور کیا سلطانی انتظام بھی تقاضہ نہیں کرے گا۔ کہ ان کی مرضی کو مقدم رکھا جائے۔ پھر مجھے سلطان روم سے کیا فائدہ؟"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشتہار کے مندرجہ بالا اقتباسات سے صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ آپ سلطان روم کی کیا حقیقت قرار دیتے تھے۔ اور آپ اور اس کی سلطنت کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔ نیز اس کے مقابلہ میں گورنمنٹ انگریزی کو کیا سمجھتے تھے۔ اس کی تشریح کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ ہر ایک سمجھدار اور عقلمند انسان خود سمجھ سکتا ہے۔

سلطان ٹرکی اور حضرت مسیح موعودؑ

ہمارا ارادہ اسی مضمون میں سلطان ٹرکی کے خلیفۃ المومنین ہونے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں سے کسی قدر زیادہ روشنی ڈالنے کا تھا۔ لیکن حال ہی میں مولوی محمد علی صاحب کا ایک خطبہ پیغام صلح میں خلافت ٹرکی کے متعلق شائع ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے سلطان ٹرکی کو کھلے الفاظ میں اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا ہے۔ چونکہ اس کا مفصل جواب لکھنے کا ارادہ ہے انشاء اللہ اس لئے اسوقت صرف ایک ہی حوالہ پر اکتفا کیا جاتا ہے جو یہ ہے :-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۔ جون ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار شایع کیا۔ جس میں لکھا کہ :-

"سلطان (ٹرکی) کا خلیفۃ المومنین ہونا صرف اپنے منہ کا دعوےٰ ہے۔ لیکن وہ خلافت جس کا مجھ سے سترہ برس پہلے براہین احمدیہ اور نیز ازالہ اوہام میں ذکر ہے۔ حقیقی خلافت وہی ہے۔ کیا وہ الہام یاد نہیں۔ اردت ان استخلف فخلقت آدم خلیفۃ اللہ السلطان ان ہماری خلافت روحانی ہے۔ اور آسمانی ہے نہ زمینی۔"

مولوی محمد علی کا طرز عمل مسیح موعود کے خلاف

اس حوالہ کو سامنے رکھ کر ہر ایک شخص معلوم کر سکتا ہے۔ کہ سلطان ٹرکی کی خلافت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک کیا حقیقت رکھتی تھی۔ اور اس کا خلیفۃ المومنین ہونا کن معنوں میں تھا۔ اس کے مقابلہ میں اب مولوی محمد علی صاحب کا سلطان ٹرکی کو خلیفۃ المومنین قرار دینا صاف طور پر بتا رہا ہے۔ کہ ان کا یہ فعل حضرت مرزا صاحب کی تعلیم کے جنہیں وہ مسیح موعود اور خدا تعالیٰ کا برگزیدہ اور راستباز انسان سمجھنے کا دعویٰ کرتے ہیں کہاں تک مطابق ہے۔ وہ لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو راستباز نہیں سمجھتے۔ ان پر تو آپ کی کوئی تحریر حجت نہیں ہو سکتی۔ اور وہ جس طرح چاہیں۔ آپ کے خلاف عقیدہ رکھ سکتے ہیں۔ لیکن کوئی شخص احمدی کہلا کر اور حضرت مرزا صاحب کو خدا کا برگزیدہ انسان مان کر ہرگز اس طرح نہیں کر سکتا۔ پس سلطان ٹرکی کو حضرت مسیح موعود کی صاف اور واضح تحریروں کے خلاف مولوی محمد علی صاحب کا خلیفۃ المومنین قرار دینا ثبوت ہے اس امر کا۔ کہ وہ اپنے خیالات کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود کی تحریروں کی ذرہ بھی وقعت نہیں سمجھتے۔ اور ان کے صریح خلاف کرنا اپنے لئے جائز اور روا سمجھتے ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب اور گورنمنٹ کی وفاداری

اس موقعہ پر ہم نہایت افسوس کے ساتھ اس بات کو بھی ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے بالکل خلاف سلطان ٹرکی کو اپنا خلیفہ تسلیم کر کے جو سخت غلطی کی ہے۔ اس کی وجہ سے انہیں ایک اور بھی نہایت خطرناک قدم اٹھانا پڑا ہے۔ اور وہ ان کا سلطنت ٹرکی کی خاطر گورنمنٹ انگریزی کی اطاعت اور وفاداری پر قائم نہ رہنے کا اعلان ہے۔ چنانچہ حضور وائسرائے نے ایڈریس کے جواب میں جو یہ کہا تھا کہ :-

"مجھے کامل اعتماد ہے۔ کہ اتحادی ٹرکی کے متعلق خواہ کچھ بھی فیصلہ کریں۔ ہندوستان کے مسلمان جنگ عظیم کے زمانہ کی مانند شہنشاہ معظم کے مطیع و فرمانبردار رہینگے۔"

اس کا جواب اسی وفد کی طرف سے جس میں مولوی محمد علی صاحب بھی شامل تھے یہ دیا گیا کہ :-

"ہز ایکسیلنسی وائسرائے نے توقع ظاہر کی ہے کہ ٹرکی کے متعلق جو کچھ فیصلہ ہو۔ ہندوستانی مسلمان بدستور وفادار رہینگے۔ اس کے متعلق ہم اپنا مضبوط اعتقاد ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ اگر صلح کے شرائط مسلمانوں کے مذہب اور جذبات کے خلاف ہوئے۔ تو اس سے مسلمانوں کی وفاداری کو شدید صدمہ پہنچیگا۔ اور تمام ہندوستان میں جو جذبہ موجود ہے۔ اس کو جانتے ہوئے بطور ذمہ وار آدمیوں کے ہم اس کے متعلق یقین

نہیں دلا سکتے۔ جس کی ہز اکسلنسی نے توقع کی ہو"

اس کے متعلق ہم سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہتے۔ کہ ایک ایسے شخص کا جو حضرت مرزا صاحب کا پیرو ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے۔ یہ جواب شائع کرنے والوں میں شامل ہونا ظاہر کر رہا ہے۔ کہ اس نے حضرت مرزا صاحب کی اس تعلیم کو جو آپ نے شروع سے لے کر آخیر وقت تک گورنمنٹ انگریزی کی اطاعت اور فرمانبرداری کے متعلق بڑے زور سے دی ہے۔ اور جس سے آپ کی تصانیف بھری پڑی ہیں۔ بالکل پس پشت ڈال دیا ہے اور وہ اس خطرناک رو میں بہ گیا ہے۔ جس سے بچنا ہر ایک احمدی کے دینی اور مذہبی فرض ہے۔

سلطان ٹرکی کو خلیفہ مان کر مولوی محمد علی صاحب نے جو ابھی یہ ابتدائی کی ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا کیا ہے اور انہیں کو حضرت مسیح موعود کی تعلیم کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے کیا کیا گل کھلانے پڑتے ہیں۔

ہم ابتدا میں بھی لکھ چکے ہیں۔ اور اب بھی بتا دینا چاہتے ہیں۔ کہ چونکہ مولوی محمد علی صاحب ایڈ اور اپنے قلیل التعداد ساتھیوں کے ان خیالات کو جو انہوں نے ٹرکی کے متعلق ظاہر کئے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے خیالات قرار دیکر غلط فہمی پیدا کر رہے ہیں۔ اور اپنے عمل سے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ کہ جو کچھ کر رہے ہیں۔ وہ بانی سلسلہ احمدیہ کی تعلیم کے مطابق ہے۔ اس لئے ہمیں اس غلط بیانی اور دھوکہ دہی کو دور کرنے کے لئے یہ مضمون لکھنا پڑا ہے عام مسلمانوں کے ٹرکی کے متعلق خیالات اور عقائد سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ اور نہ ان کے متعلق ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت ہے۔ وہ جو چاہیں کہیں۔ اور جس طرح چاہیں کریں۔

ووکنگ مشن اور تبلیغ احمدیت

سابق ایڈیٹر پیغام منشی دوست محمد صاحب حال مبلغ ووکنگ کا ایک مضمون، ۷ جنوری کے پیغام میں شائع ہوا ہے۔ جو اس نے اپنے جلسہ پر آنے والوں کو مخاطب کر کے لکھا ہے۔ اس میں وہ ایک جگہ تبلیغ احمدیت کی ضرورت جتاتے ہوئے لکھتا ہے کہ:۔

"عام مسلمانوں سے یہ امید رکھنی فضول ہے کہ وہ سلسلہ سے باہر رہ کر کوئی اسلام کا کام کرینگے۔ بہتری تجویزیں ان کی طرف سے ہوئیں لیکن عملی جامہ ایک کو بھی نہیں پہنایا گیا۔ اور در حقیقت اگر سلسلہ سے باہر رہ کر اور خدا کے مامور کی شناخت نہ کر کے بھی اسلام کے لئے وہ جوش دل میں پیدا ہو سکتا ہے۔ جو اس مامور من اللہ نے اپنے ماننے والوں میں پیدا کیا۔ اور جو اس کی بعثت کا اصل منشاء تھا۔ تو پھر اس کا آنا نہ آنا برابر تھا"

یہ الفاظ اگر سچے دل سے لکھے گئے ہیں۔ تو ہم پوچھتے ہیں۔ کیا ووکنگ مشن ایسے ہی عام مسلمان نہیں بنا رہا۔ جن سے یہ امید رکھنا فضول ہے۔ کہ "وہ سلسلہ (احمدیہ) سے باہر رہ کر کوئی اسلام کا کام کرینگے" اگر ایسے ہی مسلمان بنا رہا ہے۔ تو اس مشن کے شریک کار ایڈیٹر پیغام کے قول کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے اصل منشاء کے خلاف کر رہا ہے۔

تعجب ہے۔ کہ سابق ایڈیٹر پیغام نے اتنی دور سے یہاں کے غیر مبائعین کو تو یہ بات سمجھانے کی کوشش کی۔ کہ سلسلہ احمدیہ سے باہر رہ کر کبھی شخص کے دل میں اسلام کے متعلق وہ جوش نہیں پیدا ہو سکتا۔ جس کا پیدا کرنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا اصل منشاء تھا۔ اس لئے ان کو احمدی بنانا چاہیئے۔ لیکن اسی بات کو ووکنگ میں خود سمجھنے اور اپنے ساتھیوں کو سمجھانے کی سعی نہ کی۔ کیا ووکنگ مشن جن لوگوں کے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ ان میں اسلام کے لئے وہ جوش پیدا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس کا پیدا کرنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا اصل منشاء تھا۔ یا کیا ان لوگوں میں سلسلہ احمدیہ سے باہر رہ کر اور خدا کے مامور کی شناخت نہ کر کے بھی وہ جوش پیدا ہو سکتا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں میں پیدا کر دیا ہے۔ اگر یہ بات ہو تو ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ ایڈیٹر پیغام ہی کے الفاظ دہراتے ہیں کہ:۔

"پھر اس (حضرت مسیح موعود) کا آنا نہ آنا برابر تھا"

اب ہم پوچھتے ہیں۔ کہ کیا ووکنگ مشن ان لوگوں کو جن کے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ اپنے ہاتھوں سلسلہ احمدیہ سے باہر رکھ کر اور خدا کے مامور کی شناخت نہ کرا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی اصل منشاء کے خلاف کر رہا ہے یا نہیں؟ اگر کر رہا ہے۔ اور واقع میں کر رہا ہے۔ تو اس میں کام کرنے والوں کو دیکھنا چاہیئے۔ کہ انہیں خود سلسلہ احمدیہ کے اندر ہونے اور خدا کے مامور کو شناخت کرنے کا دعوے کیونکر زیبا ہے۔

کیا ہم توقع رکھیں۔ کہ منشی دوست محمد صاحب مولوی صدرالدین صاحب وغیرہ کو مشورہ دینگے کہ جن لوگوں کے مسلمان ہونے کا وہ اعلان کرتے ہیں۔ انہیں سلسلہ احمدیہ میں داخل کرنے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شناخت کرانے کی بھی کوشش کیا کریں۔ تاکہ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا اصل منشاء پورا ہو سکے۔ ورنہ کہا جائے گا کہ ووکنگ مشن کے کارکنوں کے دکھانے کے دانت اور ہیں۔ اور کھانے کے اور۔ جلسہ پر آنے والوں کو تو یہ دکھانے کے لئے کہ ہم اشاعت احمدیت کو کس قدر ضروری سمجھتے ہیں۔ لکھ دیا۔ کہ لوگوں کو احمدی بنانے کے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔ لیکن ان کا اپنا عمل یہ ہے۔ کہ ولایت میں احمدیت کا ذکر کرنا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لینا سم قاتل سمجھتے ہیں۔ اور کسی شخص کو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کے لئے بھول کے سے بھی کبھی تحریک نہیں کرتے۔

خطبہ جمعہ

اپنے فوائد کو جماعت کے فوائد پر قربان کرو

از حضرت امیر المومنین سیدنا مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ

فرمودہ ۳۰ - جنوری ۱۹۲۰ء

حضور نے سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ :-

انسان اپنے فوائد کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے

انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایسے قوانین کے ماتحت پیدا کیا ہے اور اس کی زندگی کو ایسے آئین کے ماتحت رکھا ہے۔ کہ وہ ہر وقت کسی نہ کسی احتیاج میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور اس کے مدنی الطبع ہونے کی وجہ سے یہ ایک دوسرے سے ملکر کام کرنے کا محتاج ہے۔ اور اسمیں لیاقت ہے۔ کہ دوسروں سے ملکر اپنی آسایش و آرام کے کام کرے۔ اس طاقت کے ماتحت اس کو بہت سی ضروریات پیش آتی رہتی ہیں اور انسان طبعاً اپنے اور اپنے رشتہ داروں کے آرام کو دوسروں سے مقدم کرتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ یہ اپنی تکلیف کو سمجھتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے کہ اس کا حق دوسروں کی نسبت زیادہ ہے۔ انسان اپنی مشکلات کو سمجھ سکتا ہے۔ دوسروں کی مشکلات کو نہیں سمجھتا۔ اس لئے یہ اپنے حق کو دوسروں کے حقوق پر فائق سمجھتا ہے۔ بیمار اپنی تکلیف کو زیادہ سمجھتا ہے اس لئے وہ شکایت کرتا ہے۔ کہ ڈاکٹر نے دوسرے کو پہلے دیکھا مجھے بعد میں۔ ایک سائل کا یہ خیال ہے کہ میں زیادہ حقدار ہوں۔ تجارت میں بھی یہی ہوتا ہے کہ ایک شخص سودا خریدنے جاتا ہے۔ وہ شکایت کرتا ہے۔ کہ مجھے بعد میں سودا دیا گیا۔ اور دوسرے کو مجھ سے پہلے دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہر انسان اپنی ضرورت کو زیادہ محسوس کرتا ہے۔ دوسرے کی ضرورت کا اس کو احساس نہیں ہوتا۔ اپنی چھوٹی ضرورت کو دوسرے کی بڑی ضرورت پر ترجیح دیتا ہے ؎

مذہب کا تقاضہ ہے کہ دوسروں کے فوائد کو ترجیح دیں

تمدن و حکومت کے قواعد کو علیحدہ کر کے اگر دیکھا جائے۔ تو مذہب نے اس غلطی سے دنیا کو خوب آگاہ کیا ہے۔ تمدن و سیاست نے بھی اس بات کی تعلیم دی ہے۔ مگر یہ کہ اپنے اپنے حلقہ میں دوسروں کے لئے نہیں۔ مگر مذہب نے اس تعلیم پر خاص زور دیا ہے۔ اخلاق کی بنیاد ہی اس مسئلہ پر ہے۔ کہ اپنے خیالات۔ جذبات۔ احساسات اور احتیاجات کو دوسروں پر مقدم نہ کیا جائے۔ لوگوں کی یہ حالت ہوتی ہے۔ کہ اگر ان کی گالی کے جواب میں کوئی شخص ان کو گالی دے تو وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے گالی دی تو اس نے (جواب میں) کیوں دی۔ مگر مذہب نے اس طرف متوجہ کیا۔ کہ دوسروں کے احساسات کو اپنے احساسات و جذبات کی نسبت اہم و قیمتی یقین کرو۔ پھر اس سے بھی ترقی کرو۔ اور افراد کے فوائد کو جماعت کے فوائد پر قربان کر دو۔ اور جماعت کی ضروریات کے مقابلہ میں اپنی ضروریات کو رائی کے برابر قدر و اہمیت نہ دو۔ اور جماعت کے فوائد کے مقابلہ میں زید و بکر اپنے فوائد کو قربان کر دیں ؎

جماعت کے فوائد کو افراد کے فوائد پر ترجیح ہے

یہ قاعدہ ہے۔ کہ انسان اپنی ضروریات کے مقابلہ میں دوسرے کی ضروریات کا اندازہ کرتے وقت ہوکہ کھا جاتا ہے۔ اس لئے چاہیئے۔ کہ اپنے فوائد کو دوسرے پر ترجیح نہ دے۔ مگر جہاں جماعت کے فوائد کا سوال آجائے۔ وہاں اپنے فوائد کو مقدم کرنا جرم ہے۔ قریب ہے۔ کہ اس سے اتحاد ٹوٹ جائے۔ اور کام ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اور جماعتیں معدوم ہو جائیں ؎

جماعت کیا ہوتی ہے۔ یہی کہ چند افراد اقرار کرتے ہیں کہ وہ سب اپنے اپنے فوائد کو جماعت کے فوائد پر قربان کر دینگے۔ اگر ایسا نہ ہو۔ تو کوئی جماعت جماعت نہیں کہلا سکتی۔ مسلمانوں کو اسی بات کے نہ ہونے نے کھو دیا۔ ایک وقت میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مسلمانوں کی مردم شماری کیجائے۔ جب مردم شماری کی گئی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ سات سو ہیں۔ صحابہؓ نے اسوقت عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ آپ ہمیں کون تباہ کر سکتا ہے۔ اب تو ہم خدا کے فضل سے سات سو ہوگئے ہیں۔ اسوقت سات سو مسلمانوں نے خیال کیا کہ اب ہمارا تمدن اور اتحاد و ایثار ایسا ہو گیا ہے۔ کہ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں گزند نہیں پہونچا سکتی۔ مگر آج کہ یورپ کے اندازے کے مطابق مسلمانوں کی تعداد بیس کروڑ ہے۔ اور خود مسلمان اپنی تعداد چالیس کروڑ بتاتے ہیں۔ مگر حال یہ ہے۔ کہ اسوقت سات سو تھے۔ ان کو دنیا کی کوئی طاقت واقعی نہ مٹا سکی لیکن اب کہ چالیس کروڑ ہیں۔ جو اٹھتا ہے۔ ان کو مٹا دیتا ہے اس سے ظاہر ہے۔ کہ وہ سات سو چالیس کروڑ سے بھی زیادہ تھے۔ اور چالیس کروڑ ان میں سے ایک کے بھی برابر نہیں۔ اس کی کیا وجہ تھی۔ یہی کہ ان سات سو میں سے ہر ایک اپنے آپ کو سات سو کے لئے قربان کرنے کو تیار تھا اور قربان کر دیتا تھا۔ مگر اب ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی ہے۔ کہ وہ چالیس کروڑ کو اپنی امنگ پر قربان کر دے۔ اب ان چالیس کروڑ کی مثال ایسی ہی ہے۔ جو ایک مٹی کا کھلونا ہو جو چاہے ذرا سی ٹھوکر سے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے کیونکہ ان میں کوئی بھی نہیں۔ جو اپنے فوائد کو جماعت کے فوائد پر قربان کر دے ؎

ہماری جماعت اس گُر کو آزمائے

اگر ہماری جماعت کے لوگ اس گُر کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ اور یہ قطعی فیصلہ کریں۔ کہ اپنے فوائد کو جماعت کے فوائد پر قربان کر دینگے۔ وہ تیار ہیں۔ کہ اگر ان کا مال جاتا ہے تو جائے مگر جماعت کو کوئی فائدہ ہو۔ اگر ان کی جان جاتی ہے تو جائے۔ مگر جماعت کو فائدہ ہو۔ اگر انکی جائداد جاتی ہے تو جائے مگر جماعت کو فائدہ ہو۔ اگر یہ بات ہو جائے۔ اور جماعت کا ہر ایک فرد اپنے فوائد پر جماعت کے فوائد کو مقدم کرے۔ تو جس طرح سات سو صحابہ نے کہا تھا

کہ ہم تباہ نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح ہم تو خدا کے فضل سے لاکھوں ہیں۔ ہمیں خدا کے فضل سے کوئی طاقت تباہ نہیں کر سکتی۔ اور اگر یہ بات ہو جائے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا ترقی کا قدم بہت تیزی سے اُٹھے۔ اور ہم بہت جلد دنیا میں پھیل جائیں۔ مگر افسوس ہے۔ کہ ابھی ہماری جماعت میں اس بات کی کمی ہے۔

میری چونکہ آج طبیعت اچھی نہیں۔ جب صحت ہوگی میں انشاء اللہ اس پر تفصیل سے بیان کروں گا۔ اور بتاؤں گا۔ کہ کس طرح ذاتی فوائد و اغراض و احساسات کو جماعت کے فوائد کے مقابلہ میں آسانی سے قربان کر دینا چاہیئے ۔

غزل

(از جناب مولوی سید صادق حسین صاحب صادق سکرٹری انجمن احمدیہ اٹاوہ)

لڑی ہے آنکھ اپنی جب سے اس چشم فسونگر سے
مرے اشکوں کی قیمت بڑھ گئی ہر لعل و گوہر سے
جگر کی پھانس کیا کم ہے خلش میں نوک نشتر سے
دل بیتاب بڑھ کر ہے تپش میں برق مضطر سے
مری تر دامنی پر رشک کیوں آنسو بہاتا ہے۔
کہ آب نہر کوثر ہے ہمارے دیدۂ تر سے
بھرا ہے مشک ہم نے آج اپنے زخم عصیاں میں
لیا ہے کام نافہ کا تری زلف معنبر سے
چلے آتے ہیں پھر کثرت سے سیکش بادہ نوشی کو
نیا خمخانۂ وحدت کھلا ہے فیض داور سے
کیا ہے مست جس نے خلق کو وہ پی کے متانہ
نسیم رُوح پرور لے اُڑی ہے اس گُلِ تر سے
علاج تشنہ کامی ذبح ٹھہرایا تھا قاتل نے
گلا کٹوا کے ہم پیاس تر دہن اب آب خنجر سے
مری آتش زبانی میں خدا نے یہ اثر بخشا
بتوں کو ہم نے پگھلا کر بنایا موم پتھر سے
تری زلفِ پریشاں نے بنایا مجھ کو سودائی
پھرا کرتا ہوں صحرا میں مجھے نفرت ہوئی گھر سے

تبسم سے ہوئے زندہ قیامت ہو گئی برپا
شہیدِ ناز خنداں آ رہے ہیں آج محشر سے
ترے تیرِ نگہ سے ہو گیا روزن مرے دل میں
تجھے ہم دیکھتے ہیں جھانک کر اس روزنِ در سے
مئے عرفاں لے جب مفت لطف عام ساقی سے
کوئی رند خراباتی بھلا پھر کیوں لئے تر سے
مری بدمستیوں سے تنگ آ کر حضرت واعظ
بہت تڑپے بہت اُچھلے بہت گرجے بہت برسے
ہمارا کعبۂ دل بن گیا تھا ایک بُت خانہ
بڑی مشکل سے نکلے ہیں یہ بُت اللہ کے گھر سے
رُخِ احمد ہے آئینۂ تجلی محمد کا
حقیقت ہو گئی روشن جمال روئے انور سے
ہوئی فضل عمر کے عہد میں کسر صلیب ایسی
کہ لندن گونج اُٹھی نعرۂ اللہ اکبر سے
یہ ہے ارشاد لندن میں ہے اک احمدی بچہ
اوٹھو لے سو سو امداد کو تم سیم اور زر سے
طیور[1] لندنی نغمہ سرا ہے صدق احمد ہیں
طلوع الشمس من مغربہ[2] ہوا ہے فضل داور سے
مُبارک فتح ہو یہ قاضی[3] و مفتی[4] کو نیر کو
بچائے اون کو رب العالمین ہر فتنہ و شر سے
کہاں ہیں تشنگانِ حق چلیں دوڑیں ادھر آئیں
سبو بھر لیں زلالِ معرفت کے بحر ساگر سے
غزل کیسی مرصّع حضرت صادق نے لکھی ہے
کہ ہر اک شعر اسکا بڑھ گیا ہے سلک گوہر سے

[1] سفید پرندے یعنی بہت سے انگریز جو صداقت کا شکار ہوگئے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے مسلمان ہونے کی پیشگوئی ازالہ اوہام حصہ دوم طبع اول صفحہ ۵۱۶ میں تحریر فرمائی ہے۔

[2] مطابق پیشگوئی مندرجہ ازالہ اوہام طبع اول حصہ دوم صفحہ ۵۱۶
[a] چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے۔ مبلغ اسلام مقیم لندن

[3] قاضی عبد اللہ صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی مبلغ اسلام لندن حال ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان۔

[4] حضرت مفتی محمد صادق صاحب بالقابہ مبلغ اسلام لندن

ذبیح

اسماعیل ہیں یا اضحاق؟

مضمون ہذا جس عنوان سے معنون ہے۔ اس پر آج تک بنو اسماعیل اور بنو اسرائیل نے بہت بڑی بڑی ابحاث فرما کر مختلف نتائج اخذ کئے ہیں۔ ہم اس جگہ ان ابحاث کا کوئی خاکہ کھینچنا نہیں چاہتے۔ بلکہ صرف عیسائی اور یہودی صاحبان کی خدمت میں ایک اہم اور فیصلہ کن سوال پیش کرتے ہیں۔ یہود اور نصاریٰ کا دعویٰ ہے۔ کہ ذبیح اضحاق ہیں۔ جیسا توریت میں آیا ہے۔ اس کے برخلاف اہل اسلام کا دعویٰ ہے۔ کہ ذبیح اسماعیل ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ لہذا موعود برکات و انعامات کے اصلی ورثاء یہی مسلمان ہیں۔

مقدمہ مندرجہ بالا میں ذیل کے امور تنقیح طلب ہیں۔

اوّل یہ کہ از روئے توریت مقدس اکلوتا بیٹا باپ کا روحانی و جسمانی جانشین خیال کیا جاتا ہے یا نہیں۔ یعنی پلوٹھا بیٹا۔ اپنے دیگر خورد برادران پر فضیلت رکھتا ہے یا نہیں رکھتا۔

دوئم۔ یہ کہ کیا اسمٰعیل ابراہام کا پلوٹھا بیٹا تھا اور اس کا جائز وارث تھا یا کہ نہیں۔

سوئم۔ یہ کہ ابراہیم کے ساتھ بحق اسماعیل کوئی وعدہ بابت برکت بخشنے کے تھا یا کہ نہیں۔

چہارم۔ یہ کہ کیا توریت پلوٹھے کو ذبیح بتلاتی ہے یا چھوٹے بیٹے کو۔

پس مذکورہ بالا امور تنقیحات کے اثبات بہم پہنچنے کے بعد جو نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔ وہ فیصلہ کن ہوں گے۔

امر اوّل کے بارے میں تمام بائبل خوان جانتے ہیں کہ خود اضحاق اپنے پلوٹھے عیسو کو کس طرح چاہتا تھا۔ اور کس بڑے شوق سے چاہتا تھا۔ کہ میرا پلوٹھا میرا جانشین ہو۔ دیکھو پیدائش باب ۲۷۔

یہ تو انسانوں کے خیالات ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ خود خدا بھی اپنے جس بیٹے کو فضیلت بخشنا چاہتا ہے

بلوٹھے کے لقب سے ملقب کرتا ہے۔ دیکھو یعقوب خدا کا پلوٹھا ہے۔ سلیمان خدا کا پلوٹھا ہے۔ مسیح ناصری خدا کے اکلوتے ہیں۔ کیا معنی یہ کہ یہ اپنے زمانوں میں خدا کے سب بیٹوں یا خلقت سے بڑے یا بزرگی رکھنے والے تھے۔ لہذا ثابت ہوا۔ کہ ازروئے توریت و صحف الانبیاء و اناجیل پلوٹھا یا اکلوتا بیٹا بہت بزرگی والا سمجھا جاتا ہے۔

دوسرا سوال۔ اس میں کلام شک نہیں۔ کہ اسمٰعیل حضرت ابراہام کے پلوٹھے بیٹے تھے۔ اور ان کے جائز وارث تھے جیسا توریت سے ثابت ہے۔ چنانچہ پیدائش باب ۱۶ میں ہے:۔

"اور سری ابرام کی جورو کوئی لڑکا نہ جنی۔ اور اس کی ایک مصری لونڈی تھی۔ جس کا نام ہاجرہ تھا۔ اور سری نے ابراہام سے کہا۔ کہ دیکھ خداوند نے مجھ جننے سے باز رکھا۔ آپ میری لونڈی کے پاس جائیے۔ شاید اس سے میرا گھر آباد ہووے۔ اور ابرام نے سری کی بات سنی۔ سو ابرام کی جورو سری نے بعد اس کے کہ ابرام کنعان کی زمین میں دس برس رہا تھا۔ اپنی مصری لونڈی لے کے اپنے شوہر ابرام کو دی۔ کہ اس کی جورو ہو۔ اور وہ ہاجرہ کے پاس گیا۔ اور وہ حاملہ ہوئی۔ اور جب اس نے (ہاجرہ) نے معلوم کیا کہ میں حاملہ ہوئی۔ تو اپنی بی بی کو حقیر جانا"۔ آیت ۱ تا ۴

پھر آیت ۱۵ میں یوں ہے:۔

"اور ہاجرہ ابرام کے لئے بیٹا جنی۔ اور ابرام نے اپنے بیٹے کا نام جو ہاجرہ جنی اسماعیل رکھا۔ اور جب ابرام کے لئے ہاجرہ سے اسمٰعیل پیدا ہوا۔ تب ابرام چھیاسی برس کا تھا"

صاف معلوم ہوا کہ ازروئے توریت مقدس اسمٰعیل حضرت ابرام کے ہاں جائز صورت سے اسوقت پیدا ہوئے جب ابرام کی عمر چھیاسی سال کی تھی۔ اس موقعہ پر سوال ہو سکتا ہے کہ کیا اسوقت اسحٰق پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اس سوال کا جواب توریت یہ بیان کرتی ہے پیدائش باب ۲۱

"اور خداوند نے جیسا کہ اس نے فرمایا تھا۔ سری پر نظر کی۔ اور خداوند نے جیسا کہ کہا تھا۔ سری کے لئے کیا۔ چنانچہ سری حاملہ ہوئی۔ اور ابرام کے لئے بڑھاپے میں اسی مقررہ وقت پر جو خدا نے اسے کہا تھا ایک بیٹا جنی۔ اور ابرام نے اپنے بیٹے کا نام جو اس سے پیدا ہوا۔ جو سرہ اس کے لئے جنی اضحاق رکھا۔ اور ابرام نے جیسا کہ خدا نے اسے حکم دیا تھا۔ اپنے بیٹے اضحاق کا جب وہ آٹھ دن کا ہوا۔ ختنہ کیا۔ اور جب اس کا بیٹا اضحاق اس سے پیدا ہوا۔ تو ابراہام سو برس کا تھا"

اسمٰعیل ابرام کے ہاں اسوقت پیدا ہوئے۔ جبکہ ابرام اسمٰعیل کے والد کی عمر چھیاسی سال کی تھی۔ اور اضحاق ابرام کے ہاں اسوقت پیدا ہوئے۔ جبکہ ابرام اضحاق کے والد کی عمر یک صد سال کی تھی۔ صاف ثابت ہوا۔ کہ اسمٰعیل ابراہام کا پلوٹھا بیٹا تھا۔ جو حقیقتاً اس کا وارث تھا۔

تیسرا امر یہ کہ کیا اسمٰعیل کے حق میں کوئی وعدہ الٰہی بابت نزول برکات تھا یا کہ نہیں۔ اس کے جواب میں معلوم ہوا۔ کہ جس طرح بموجب پیدائش ۱۸/۱۲ سرہ سے بیٹے کی تولد کی قبل از وقت خبر دی گئی تھی۔ ایسا ہی ہاں بلکہ اس سے واضح طور پر بموجب پیدائش ۱۶/۱۱ ہاجرہ کو اسمٰعیل کی بشارت دی گئی۔ بلکہ پیدائش کی کتاب سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہاجرہ والدہ اسماعیل ایک مقدسہ مطہرہ حضرۃ مریم مقدسہ کی طرح تھیں۔ بار بار فرشتے اور خداوند انہیں سے ہر شکل سے وقت ہمکلام ہوتے۔ اور اطمینان دلاتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر دیکھو پیدائش ۱۶/۱۲ و ۲۱/۱۲ اسی طرح ابراہام کے ساتھ اسماعیل اور اضحاق ہر دو برادران کے حق میں مواعید الٰہی تھے۔ پس اس معاملہ میں بھی بحیثیت پلوٹھا ہونے کے اسمٰعیل اضحاق پر فائق ہے۔ ہم راہ چلتے ہوئے یہ بھی بتائیں گے۔ کہ بموجب پیدائش ابراہام اور ہاجرہ سے بحق اسمٰعیل یہ کہا گیا تھا کہ میں اسماعیل کی اولاد کو بہت بڑھاؤں گا۔ کہ وہ کثرت سے گنی نہ جائے گی" پیدائش ۱۰/۱۶۔ یہ وعدہ کیا تھا۔ اس کے جواب میں ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ بائبل خوان اصحاب پر روشن ہے۔ کہ عموماً انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص کئی بڑے رسل کی پیدائش سے قبل ان کے والدین کو ان کی پیدائش کی خوشخبری سنائی جاتی تھی۔ پس حضرت اسمٰعیل کی پیدائش کی خبر خوش معنی خیز امر ہے۔ پھر علاوہ ازیں بکثرت اولاد کی بشارت ایک پاک مقدس ذو معنی بشارت ہے۔ نہ کہ بے ہودہ جیسا عیسائیوں اور یہودیوں کا خیال ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ وعدہ اور خوشخبری جو خدا کی طرف سے ہوا کرتی ہے۔ احسن ہوتی ہے نہ مذموم۔

چوتھا۔ یہ کہ توریت پلوٹھے کو ذبح بتلاتی ہے۔ یا چھوٹے کو۔ یہ سوال فیصلہ کن اور معرکۃ الآراء ہے۔ پس اس کے حصہ میں واضح ہو۔ کہ پیدائش کی کتاب کے باب ۲۲ کی مندرجہ ذیل آیات قابل غور ہیں۔

آیت نمبر ۱ و ۲۔ "ان باتوں کے بعد یوں ہوا۔ کہ خدا نے ابراہام کو آزمایا۔ اور اسے کہا کہ اے ابراہام وہ بولا کہ دیکھ میں حاضر ہوں۔ تب اس نے کہا کہ تو اپنے بیٹے ہاں اپنے اکلوتے بیٹے کو جسے تو پیار کرتا ہے"

آیت ۱۱ و ۱۲۔ "تب خدا کے فرشتے نے آسمان سے اسے پکارا۔ کہ اے ابراہام اے ابراہام۔ وہ بولا۔ میں حاضر ہوں۔ پھر اس نے کہا۔ کہ تو اپنا ہاتھ لڑکے پر مت بڑھا۔ اور اسے کچھ مت کر۔ کہ اب میں نے جانا۔ کہ تو خدا سے ڈرتا ہے۔ اس لئے کہ تو نے اپنے بیٹے ہاں اپنے اکلوتے بیٹے کو مجھ سے دریغ نہ کیا"

آیت ۱۵ و ۱۶۔ "تب خداوند کے فرشتے نے دوبارہ آسمان پر سے ابراہام کو پکارا۔ اور کہا کہ خداوند فرماتا ہے۔ اس لئے کہ تو نے ایسا کام اور اپنا بیٹا ہاں اپنا اکلوتا بیٹا ہی دریغ نہ رکھا۔ میں نے اپنی قسم کھائی"

مذکورہ آیات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت ابراہام نے اپنا اکلوتا بیٹا بحکم خدا ذبح کیا تھا۔ اور اس امر کو ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ ازروئے توریت

۱؎ یہ بالکل غلط اور محرفانہ جملہ ہے۔ ایسا کہ جس کا ثبوت بنی اسرائیل کے پاس کچھ نہیں۔ ہاجرہ دراصل ایک شاہزادی تھیں۔ ثبوت ملک طور پر جس کا جی چاہے ہم سے پوچھ لے۔

اکلوتا بیٹا اسماعیل ہیں۔ نہ کہ اضحاق۔ پس ثابت ہوا کہ ذبیح اسماعیل ہیں۔

اسموقعہ پر یہود و نصاریٰ نے ایک سوال کر سکتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ باب ۲۲ پیدائش کی بعض آیات میں اضحاق کا نام آیا ہے نہ کہ اسماعیل کا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جب خود خدا تعالےٰ نے بموجب محولہ آیات کے بتلا دیا کہ وہ اکلوتا بیٹا ذبح کرنے سے دریغ نہ کیا گیا۔ تو صاف فیصلہ ہے۔ کہ اکلوتا اسماعیل تھا۔ نہ کہ اضحاق۔ اور بموجب قرآن شریف یہود و نصاریٰ کی تحریف ہے۔ کہ اضحاق کا نام رکھ لیا۔ اور اس امر کو خود مسیحیوں کے محقق لوگوں نے مضامین لکھ کر ثابت کر دیا ہوا ہے کہ اس جگہ تحریف کی گئی ہے۔ اور یہ ویسی ہی تحریف ہے۔ جیسی احبار ۱۱ میں ہے کہ "خرگوش جگالی کرتا ہے۔ اس لئے حرام ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ خرگوش جگالی نہیں کرتا۔ پس اضحاق کے لفظ ڈالی بعینہ اسی طرح کی تحریف ہے کیونکہ فرض کرو۔ زید کے دو بیٹے بکر اور عمرو ہیں بکر بڑا یا اکلوتا ہے۔ عمرو چھوٹا ہے۔ اب زید خود یا زید کا خدا یہ کہتا ہے۔ کہ زید نے اپنے اکلوتے بیٹے کو بھی دریغ نہ کیا۔ اور اسے قربان کر دیا۔ تو کیا یہ بامعنی جملہ ہو گا یا نہیں۔ اور اس کا مطلب صاف یہ ہو گا یا نہیں کہ بکر قربان کیا گیا ہے۔ اور یہ اسی کا ذکر ہے لیکن اگر بائبل کے محرف و مبدل کرنے والوں کی طرح زید یا زید کا خدا عالم الغیب یہ کہے کہ زید تو اپنے بیٹے ہاں اپنے اکلوتے بیٹے کو جسے تو پیار کرتا ہے۔ عمرو کو قربان کر۔ بتاؤ یہ کیسا مہمل جملہ ہے۔ جس میں متضاد و متخالف مضامین کے صدہا نتائج موجود ہیں۔ پس صاف ثابت ہوا۔ کہ ذرا غلطی۔ جیسے نعرہ ہے نہ خرگوش جگالی کرتا ہے۔ احبار ۱۱۔ نہ ابراہام کا اکلوتا بیٹا اضحاق تھا۔ بلکہ ابراہام کا اکلوتا بموجب توریت کے اسمٰعیل ہی تھا اور وہی ابو الحق اور مسیح ذبیح اللہ ہیں۔ فقط بعواسط طالب عبد الخالق

غزل

(از جناب خان صاحب محمد ذوالفقار علی خان صاحب گوہر رامپوری)

خدا کی رحمتیں نازل ہوں اے دارالاماں تجھ پر
ہے انوار کی بارش یونہی اے قادیاں تجھ پر

یہ تیرا درس قرآں درحقیقت خوان نعمت ہے
تصدق کیوں نہوں آ آکے تیرے میہماں تجھ پر

تری آغوش میں مسکن ہے خاصانِ الٰہی کا
ہمیشہ رشک کرتے ہی رہینگے آسماں تجھ پر

خلافت کی اولوالعزمی کا ساتھ اے قوم پورا دے
کہ انعام الٰہی ہے یہ دورِ حکمراں تجھ پر

ترے دشمن رہینگے نامراد و خائب و خاسر
خدا کے فضل کا جب تک رہیگا سائباں تجھ پر

یہی اسلام کی خدمت کا موقعہ ہے نہ کھو دینا
خدا ہے مہرباں تجھ پر حکومت مہرباں تجھ پر

قدم آگے بڑھالے ہمت مردانہ مسلم
کہ اب اسلام کی خدمت نہ ہی بار گراں تجھ پر

جہاں محوِ خودی ہے تو مگر محو خدا ہو جا
کہ پھر قربان ہونے کو بڑھے جانِ جہاں تجھ پر

رہ تبلیغ میں کیا کیا مصائب تو نے جھیلے ہیں
خدا کی رحمتیں ہوں اے گروہ صادقاں تجھ پر

غریب و بے نوا گوہرؔ اسیر دام عصیاں ہے
ترحم اے خدا صدقے یہ جانِ ناتواں تجھ پر

خلافت اسلامی

(از جناب مولوی ابو محمد محفوظ الحق صاحب۔ علمی احمدی)

احمد جسیست گر محمد جان است
احمد لعل است گر محمد کان است

احمد مستخلف محمد بودہ
بہر اثبات نزد ما قرآن است

محمود خلیفۂ مسلمانان است
ذی رتبہ و ذی مناصب و ذیشان است

مژدہ مژدہ خلافت اسلامی
از فضل خدا ز ما بہندوستان است

افسوس کجا کجا پریشاں گردی
بشنو بشنو اگر ترا ایمان است

با ترک وہی خلافت اسلامی
از سر تا پا مخالف عرفان است

"ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است"

عرفان الٰہی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی اُن پُر مغز اور پُر معارف تقریروں کا مجموعہ جو حضور نے مارچ سنہ ۱۹۱۹ء کے جلسہ پر فرمائی۔ قیمت صرف ۱۰/

ملنے کا پتہ:۔ دفتر ناظر تالیف و اشاعت قادیان

(بقیہ از صفحہ ۱۰ کالم ۳)

طور پر کرچ کا تھا۔ خیر وہاں سے سکندر آباد آیا۔ وہاں ایک فرشتہ سیرت انسان عبد اللہ الہ دین سے تعارف ہو گیا اور وہ مجھ سے دوست ہو گئے۔ انہوں نے احمدیت کی کتابیں پڑھنے کے لئے دیں۔ جن کو پڑھ کر میری حالت بدلی۔ اور یہ گمان کیا۔ کہ اسوقت میں اگرچہ اسلام پر ہوں لیکن یہ بھی پیاس نہیں بجھا سکتا۔ اور اگرچہ یہ بھی صاف پانی تھا۔ لیکن گرد و غبار کی وجہ سے گندلا ہو گیا ہے۔ الغرض اسوقت اسلام کی خوبیاں اور محاسن اور بھی زیادہ معقولاً معلوم ہوئیں۔ اور یہ معلوم ہوا۔ کہ آج بھی خدا اسی طرح بولتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بولا کرتا تھا۔ یہ دیکھ کر میں احمدی ہو گیا۔ اس کے بعد مجھے مصیبتوں اور تکالیفوں کا سامنا کرنا پڑا۔ پہلے صرف عیسائی لوگ ایذا رسانی کرتے تھے اب مسلمان بھی اس میں شریک ہو گئے۔ آپ صاحبان دعا کریں۔ کہ خدا تعالیٰ دین و دنیا میں میرا مددگار ہو۔

خاکسار عبد اللہ احمدؐ (ایلیج البرٹ مے)

جماعت شاہجہانپور کا چندہ مسجد

شاہجہانپور کی جماعت مالی حالت کے لحاظ سے بہت کمزور ہے۔ اور جو لوگ اچھی رقم دینے والے تھے۔ وہ مشکلات میں ہیں۔ اسوقت تک نقد اور وعدہ سب ملا کر دو سو روپیہ کے قریب رقم پہونچی ہے۔ اس چندے میں عورتیں بچے سب شریک ہوئے ہیں۔ ایک برس اور چند مہینے کے بچوں کی طرف سے بھی چندہ ملا ہے۔ کوئی متنفس باقی نہیں رہا۔ حاجی عبد القدیر صاحب کے پوتے کے پاس ربڑ کا ایک کھلونا ہے جس کو وہ اپنا بچہ کہا کرتا ہے۔ ایک روپیہ اس کی طرف سے بھی ملا ہے۔ رقم پوری ابھی وصول نہیں ہوئی۔ کیونکہ میری علالت کی وجہ سے تحریک وقت پر نہ ہو سکی۔ آج مہینہ بند ہے۔ اس لئے اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ دو سو کے قریب یا کچھ زیادہ یہاں سے پہونچیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کی خدمت میں سلام عرض کر دیجئے۔

دعا کا خواستگار۔ مختار عفا اللہ عنہ۔

(اشتہارات)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اور آپ کے خلیفہ اول حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب رضؓ کا مصدقہ ممیرا اور حضرت خلیفہ اول کا بتایا ہوا

سُرمہ ممیرا اور ست سلاجیت ۱۲ء

اصلی ممیرا ایک ایسی چیز ہے۔ جو امراض چشم کے لئے بہت مفید ہے۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور ایک مجمع کے سامنے مسجد مبارک میں ممیرا پیش کیا۔ آپ نے اسے بہت پسند فرمایا اور فرمایا کہ یہ وہ چیز ہے جس سے لوگ ہزار ہا روپیہ کماتے ہیں۔ میں نے حضور علیہ السلام کی اجازت کے بعد سلسلہ کے اخبار بدر و الحکم اور رسالہ میگزین میں اسے شائع کیا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ بہت لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اور میں نے بھی نفع اٹھایا الحمد للہ علیٰ ذالک۔

میں اس سرمہ اور ممیرے کو ہمیشہ اسی نیت سے مشتہر کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مصدقہ ہے۔ اور نسخہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کا تجویز کردہ ہے۔ جو لوگ امراض چشم میں مبتلا ہیں یا حفظ ماتقدم کے طور پر حفاظت چشم چاہتے ہیں۔ وہ اس سرمہ کا استعمال کریں۔ حضرت حکیم الامۃ نے اس سرمہ کے متعلق فرمایا کہ "برائے امراض چشم بسیار مفید است"

یہ سرمہ دھند۔ جالا۔ پھولا۔ پڑوال۔ ریل اور سرخی اور ابتدائی موتیا بند اور دیگر امراض چشم کے لئے بہت مفید ہے قیمت سرمہ ممیرا قسم اول فی تولہ عار۔ اصلی ممیرا کی عہ فی تولہ یہ سرمہ جن کی آنکھیں دکھتی ہوں ان کے لئے بہت مفید اور مجرب اور مقوی بصر ہے۔ خصوصاً طلباء کیلئے۔

ست سلاجیت محیط اعظم سے نقل کیا گیا جسکی عبارت یہ ہے۔ مقوی جمیع اعضاء رئیسہ نافع صرع مشتہی طعام۔ قاطع بلغم و ریاح و دافع بواسیر۔ فساد بلغم و قاتل کرم شکم مفتت سنگ گردہ۔ مثانہ و سلس البول و سیلان منی و یبوست اور درد مفاصل کیلئے بہت مفید ہے۔ بقدر دانہ نخود صبح کے وقت ہمراہ دودھ استعمال کریں۔ قسم اول عہ

المشتہر

احمد نور کابلی تاجر مہاجر قادیان (گورداسپور)

احمدی مسجد لنڈن ۱۲ء

کے چندہ میں ایک معقول رقم پوری کرنے کی آرزو ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں کہ یہ مراد دلی بر لاوے۔ فی الحال کتب ذیل کی قیمت کا چوتھائی حصہ انشاء اللہ اس مبارک فنڈ میں داخل ہوتا رہیگا۔ احباب جلدی شریک ثواب ہوں۔

سلسلہ کے متعلق

- تحریک احمدیہ۔ مخالفین سے ۵۵ سوال ا ر
- لباب احمدیت ا ر
- تین مزدوری مضامین ۲ ر
- تسہیل روحانی ا ر
- کتب مینی۔ احمدی نقطۂ نظر سے ا ر
- سعین المبلغین طبع ثانی (زیر طبع)
- صبر کا اجر حصہ دوم۔ عورتوں کو عورتوں کی زبان میں آسان و دلنشین تبلیغ سلسلہ ۵ ر
- مدائح تقویٰ ۲ ر۔ ختم نبوت لر
- سنین تاریخ احمدی ا ر
- احمدی لٹریچر ۲ ر

عورتوں کے متعلق

- پنجاب کی سوغات ا ر
- آدھی استانی ۲ ر
- تنفیہ کا خطبہ ۲ ر
- صبر کا اجر حصہ اول ۵ ر
- " " " دوم ۵ ر
- خیالات در بارہ مستورات ۲ ر
- رفیق زوجین ۲ ر
- اتالیق۔ احمدی بچوں کیلئے نمبر ا ۲ ر

(ماسٹر) احمد حسین فرید آبادی۔ قادیان (گورداسپور)

لاہور میں احمدی دواخانہ ۱۲ء

جس کا نام حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے رفیق مریضان رکھا ہے۔ جس میں ہر قسم کے انگریزی نسخہ جات تیار کئے جاتے ہیں اسلئے بذریعہ اعلان ہذا ملتمس ہوں کہ اگر کسی بھائی کو انگریزی نسخہ یا دوائی کی ضرورت ہو۔ تو میری معرفت طلب کریں۔ باہر کے آرڈر بھی سپلائی کئے جا سکتے ہیں۔

عبد الجلیل رفیق مریضان میڈیکل ہال اندرون موچی دروازہ لاہور

اطلاع تبدیلی دکان

میں نے اپنی دوکان امرتسر سے اب رفعت منزل میکلوڈ روڈ لاہور میں کھولی ہے۔ (ڈاکٹر) عباد اللہ

تلخیص الصحاح اگر کسی دوست کے پاس تلخیص کی جلد ۲ ہو اور وہ علیحدہ کر سکتے ہوں تو مجھ سے خط و کتابت کریں کیونکہ مجھے ضرورت ہے۔ خاکسار مہر محمد خاں قادیان

ممالک غیر کی خبریں

فلسطین کی برطانوی سپاہ

(لنڈن - ۳۰ - جنوری) اخبار ٹائمز لنڈن رقمطراز ہے - کہ برطانوی سپاہ نے بیروت کو ۱۹ - جنوری تک خالی کردیا اور اب فرانسیسی تصرف کا تمام علاقہ برطانویوں سے خالی ہے ٭

سن فینن جھنڈے بلند کئے گئے

(لنڈن - ۳۰ - جنوری) سن فینن جماعت کے تمام ملکی جو جیل میں ہے - لارڈ میئر کے عہدے پر منتخب کرنے کے موقعہ پر ڈبن سٹی ہال پر سن فینن جھنڈا پہلی مرتبہ نصب کیا گیا - کارک اور واٹر فورڈ کے لوگوں نے بھی سن فینن جماعت کے لوگوں کو لارڈ میئر منتخب کیا ہے اور وہاں بھی شہر کے ہالوں پر جمہوری جھنڈے لگ گئے ٭

فسادات پنجاب

(لنڈن - ۳۰ - جنوری) فسادات پنجاب کے متعلق سرکاری رپورٹ جو پنجاب گورنمنٹ نے گورنمنٹ آف انڈیا کو ۱۱ - اکتوبر کو بھیجی تھی اور جو ۱۸ - دسمبر کو انگلستان پہونچی تھی - اب شائع کی گئی ہے - اس رپورٹ میں ان اضلاع کے حالات درج نہیں کئے گئے - جہاں فسادات نے شدید صورت اختیار نہیں کی تھی - نہ ان واقعات کا ذکر کیا گیا ہے - جو انتظامی مسائل سے تعلق رکھتے ہیں - اور جن کی بابت ہنٹر کمیٹی اپنا فیصلہ شائع کریگی ٭

نرخ تبادلہ

(لنڈن - ۳۰ - جنوری) اغلب ہے - کہ ایک بین الاقوامی کانفرنس کے انعقاد کا انتظام کیا جائے - تاکہ یورپ کی مالی حالت کی درستی کی کوئی صورت نکالی جاسکے - لیکن یہ امید نہیں ہے کہ نرخ تبادلہ میں کچھ ترقی ہوسکیگی - غالباً یہ کارروائی کی جائیگی - کہ دوسرے یورپین ممالک سے ساکھ قائم کی جائے

[illegible]

(لنڈن - ۳۰ - جنوری) آئرین کا پیغام اخبار ٹائمز لنڈن کے نام مورخہ [illegible]

۲۴ - جنوری مظہر ہے - کہ پندرہ ہزار زیک ارکٹسک سے چار سو میل مغرب کی طرف ریلوے لائن پر پھیلے ہوئے ہیں - ان کی حالت بہت نازک ہے - تمام ملک بالشویکوں کے زیر اثر ہے - ریلوے لائن اگرچہ زیکون کی زیر نگرانی ہے - لیکن اسے اکثر مقامات پر نقصان پہنچایا گیا ہے - مزدور مرمت کرنے سے انکاری ہیں ٹومسک میں بالشویک ہیڈ کوارٹرس سے زیکون کو روس کے پار واپس بھیج دینے کا وعدہ دلایا گیا ہے بشرطیکہ وہ ایڈمرل کولچک کو مع سونا خزانہ اور فوجی سامان کے حوالہ کردیں - زیکون نے کولچک کو تو حوالے کردیا ہے - لیکن سونا دینے سے وہ انکاری ہیں - بالشویکوں نے مصمم ارادہ ظاہر کیا ہے - کہ اس سونے کو بیکال سے مشرق کی طرف ہرگز نہ پہنچنے دینگے -

پانچ ہزار کی تعداد میں ایک پالش ڈویژن نے بغاوت کردی ہے - وہ اپنے افسروں کو قتل کرکے بالشویکوں سے مل گئے ہیں - جنرل سمینوف کی فوج فراری کیوجہ سے دو ہزار کاسکوں کی تعداد باقی رہ گئی - اس کے ماتحت آسٹروی اور جرمن سپاہی بھی بالشویکوں سے جا ملے ہیں - بالشویک ہر جگہ غلبہ حاصل کررہے ہیں سائبیریا کی قریباً تمام آبادی بالشوازم قبول کرنے کے لئے تیار ہے ٭

روس و پولینڈ کے تعلقات

(لنڈن - ۳۰ - جنوری) سویٹ گورنمنٹ نے پولینڈ کو ایک نوٹ بھیجکر ظاہر کیا ہے - کہ اسلاقیوں میں کر انتہا پسند عنصر پولینڈ کے لوگوں کو روس کے برخلاف جاہلانہ غیر منصفانہ اور مجرمانہ جنگ کرنے کے لئے اشتعال دلا رہا ہے - اس نوٹ میں یہ بات بھی درج کی گئی ہے کہ کوئی ایسا سوال نہیں ہے - جس کا تصفیہ گفت و شنید مراعات اور باہمی سمجھوتہ سے طے نہیں ہوسکتا - جنرل جوڈنیانس کو جو شمال مغربی فوج کا کمانڈر تھا لیکر اسٹھونیا سے روانہ ہونیوالا تھا - گرفتار کرلیا گیا ہے ٭

فن لینڈ - اسٹھونیا - لیتھونیا اور پولینڈ کے قائمقاموں نے حال میں ہی ہیلسنگفورس میں ایک کانفرنس کرکے بالشوازم کے خلاف مدافعانہ لیگ بنانے کے اصول کا فیصلہ کرلیا ہے - اور نقشہ کی تفصیل تیار کرنے کے لئے ایک فوجی کمیشن مقرر کیا گیا ہے ٭

جاپانی اور بالشویکی کمانڈروں نے نکولسک میں ملاقات کرکے یہ انتظام کیا ہے - کہ جاپان اس شہر کے ریلوے سٹیشن پر اور بالشویک کارخانوں پر قابض رہیں ٭

۲۶ - جنوری کی مختصر لڑائی کے بعد اکثر سرکاری فوجیں بالشویکوں کی طرف چلی گئیں - اور باقی حصہ فوج منچوریا کی سرحد کی طرف چلی گئیں ٭

کیا جرمنی کا دیوالہ نکل جائے گا؟

(لنڈن - ۳۰ - جنوری) ڈیلی نیوز کے نامہ نگار متعینہ برلن نے فان گونیر پریزیڈنٹ روش بنک سے جسے جرمن کے مالی باب میں نپولین سمجھا جاتا ہے - سوال کیا کہ کیا جرمنی کا دیوالہ نکل جائیگا - فان گونیر نے جواب دیا - کہ عام حالت دیوالیوں کی سی ہی ہے گو اس کا اثر خزانے پر نہیں ہوتا - جو بیشمار نوٹ جاری کرنے کے لئے مجبور ہے - ساکھ کی عمارت لڑکھڑا رہی ہے اور اگر دیوالہ نکلا - تو باہمی تعلقات کے باعث فرانس اور یقیناً تمام دنیا پر اس کا اثر پڑے گا - کوئی عقلمند برطانوی یا فرانسیسی ہرگز اس امر کو باور نہیں کرسکتا - کہ جرمنی پر جو تاوان عائد کیا گیا ہے - وہ ادا کرنے کے قابل ہوسکیگا لیکن اگر مہلت دیگئی - اور ساکھ قائم ہوا - اور خام سامان مہیا کیا گیا - تو ہم خاص رقم ادا کر دینگے ٭

امریکہ میں صلحنامہ پر مباحثہ

(واشنگٹن ۳۰ - جنوری) سینٹ کی مختلف پارٹیوں کی کانفرنس جو بدیں غرض منعقد ہوئی تھی - کہ صلحنامہ کے متعلق راضی نامہ ہوجائے - آج بغیر کسی فیصلہ کے شکست ہوگئی - سینیٹر لاج نے مستثنیات کو جو مسٹر ٹیفٹ نے دفعہ ۱۰ کے متعلق پیش کی تھیں - نامنظور کیا - مسٹر ہچکوک نے بیان کیا کہ وہ سینٹ کو نوٹس دینگے - کہ صلحنامہ پر ۱۰ - فروری کو سینٹ میں غور کیا جائے ٭

(... قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپ کر مالکان کیلئے شائع ہوا)